نشاۃِ اسلامیہ کا علمبردار علمی و دینی مجلّہ

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

سرپرست
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

مدیر
سمیع الحق

پی این ایس سی کے لئے
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ
ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

اب جبکہ پی این ایس سی کے
جہاز دنیا کے تمام بڑے بندرگاہوں
میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں
ہم اپنی کارکردگی میں کوئی کسر نہیں
چھوڑ سکتے۔ ہمیں اپنے تمام تر وسائل
اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قوم کو
بہتر سے بہتر خدمت فراہم کرنا ہے۔

اس مقصد کے حصول کیلئے ہم پوری
لگن کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ قومی
پرچم بردار جہاز راں ادارہ ہونے کے
اعزاز نے ہمیں ایک ایسا ولولہ بخشا
ہے جس نے قوم کی طرف سے عائد
کی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا
کرنے میں ہمیں کامیاب کیا ہے۔

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

Paragon ● PNSC-15

(PID Islamabad)

اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن وسنّت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دارالعلوم - ۴

فون نمبر رہائش - ۲

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۲۰

شمارہ نمبر : ۵

جمادی الاوّل ۱۴۰۵ھ

فروری ۱۹۸۵ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

انتخابات میں شرکت	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ	۲
پرویز منکرِ حدیث یا منکرِ قرآن؟	مولانا مدرار اللہ مدرار	۹
اسلام کا تصورِ حلال وحرام	ڈاکٹر محمد رشید فاروقی	۱۹
صحبتے با اہلِ حق	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق	۲۷
مولانا عزیز گل اسیر مالٹا اور میاں اصغر حسینؒ	طیب دیوبند	۳۳
اہلِ کلیسا کی اسلام دشمنی	محمود الازہار نادوی	۳۵
تاریخ اسلام میں شیعیت کا منفی کردار	مولانا شمس تبریز خان	۳۹
احترامِ آدمیت	شاہ بلیغ الدین	۴۵
قاضی شریح الکندی	مولانا ابوالبیان	۴۹
مسلم اکثریت والے ممالک	ایک جائزہ رپورٹ	۵۵
بیاد علامہ عبدالحلیم مردانیؒ	مولانا محمد ابراہیم فانی	۵۷
حاصلِ مطالعہ	ادارہ	۵۸
امریکہ میں اسلام کے علمبردار	ڈاکٹر عباد الرحمان۔ مکہ مکرمہ	۵۹

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ -/۴۰ روپے — فی پرچہ چار روپے

بیرون ملک بحری ڈاک چھ پونڈ۔ بیرون ملک ہوائی ڈاک دس پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

انتخابی ارشادات

انتخابات سے قبل مولانا عبدالحق مدظلہ کے ارشادات

جیسا کہ قارئین کو ذرائع ابلاغ سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ قومی اسمبلی کے لئے بہت بڑی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو چکے ہیں اسی طرح مدیر الحق مولانا سمیع الحق سینٹ (ایوان بالا) کے انتخابات میں صوبہ سرحد سے بلا مقابلہ منتخب ہو چکے ہیں۔ مدیر الحق کی مصروفیات کی وجہ سے نقش آغاز میں انتخابات سے قبل مولانا مدظلہ کے دو مواقع پر ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں۔ پہلی تقریر ۱۵ر فروری ۱۹۸۵ء کو نوشہرہ کلاں اور دوسری دارالعلوم میں کی گئی۔ (ادارۂ الحق)

میرے ان دوستوں نے جو اشعار کہے ہیں یہ ان کا حسن ظن ہے اور آپ سب کی شرافت ہے میں ایک عاصی
بالکل بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ میری کوئی پوزیشن نہیں۔ یہ دین کی قدر آپ کو ملحوظ ہے کہ آپ مہربانی کرتے ہیں
سب کچھ دین کے نقطہ نظر سے ہے۔ میری حیثیت تو ظاہر ہے کہ ایک مسجد کا امام ہوں آج کل امام کی کیا پوزیشن
ہے اور کیا حیثیت ہے۔ دنیوی پوزیشن یا دوسرے امور ان سب کا نہ میں مستحق ہوں اور نہ میرے پاس ہیں
پھر بھی مجھ گناہ گار کا آپ نے اس قدر استقبال فرمایا علماء اور رفقاء اور مخلصین جنہوں نے اب اس مہم
شب و روز ایک کر دیا ہے گھر گھر پھرتے ہیں یہ میری خاطر نہیں بلکہ دین کی خاطر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں
کیا ہوں میری تو کوئی پوزیشن نہیں ہے۔ نہ فوج ہے نہ طاقت نہ جوانی ہے نہ سرمایہ ہے اور بوڑھا ہوں ا
واقعہ بھی یہ ہے بڑھاپے کا عیب میرے اندر موجود ہے۔ کمزور ہوں۔
یہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں یہ سب دین کی عزت ہے جو آپ کے قلوب میں ہے۔ انشاء اللہ ثم انشاء
آپ کی یہ حوصلہ افزائی جو مجھ ناچیز کی آپ کر رہے ہیں اگر خدا کو منظور ہوا تو میں کہہ سکوں گا کہ میرے پیچھے
ساری قوم ہے تحصیل نوشہرہ کے غیور مسلمانوں کی آواز ہے۔
میں عرض کر دوں آپ کے سامنے مولانا عبدالقیوم نے مختصر تین چار باتیں سابقہ قومی اسمبلی سے متعلق
بیان کر دی ہیں یہ سب جو کچھ ہوا ہے اس کا ثواب اور اجر آپ کا ہے۔
دیکھو ہارون الرشید مشہور بادشاہ گذرے ہیں ان کی بیوی ہے زبیدہ، اس نے طائف سے مکہ
نہر کھودی ہے جس میں مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ اور اطراف سے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں۔
اس کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا ہے، زبیدہ
کہا کہ اللہ نے مہربانی کی اور اس نے میری مغفرت کر دی۔ وجہ پوچھی تو کہا کہ نہر کی وجہ سے نہیں۔ نہر کی کھد
تو قوم کا پیسہ تھا جو بیت المال اور قوم کے چندہ سے صرف ہوا اس کا اجر و ثواب تو سارا ان لوگوں کے
اعمال میں درج ہو گیا ہے۔ جن کا مال اس میں لگا ہے اور معاونت کی ہے تو یہاں بھی اگر شریعت کے ایک

کو بھی قانونی تحفظ حاصل ہو جائے تو اس کا پورا اجر و ثواب آپ کے تحصیل نوشہرہ کے مسلمانوں کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

دیکھو بھائیو! ہم اسو سال سے یہ دین محفوظ ہے اللہ تعالیٰ خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں وہ صرف ہماری نیتیں دیکھتے ہیں۔

دیکھو! چودہ سو سال سے دین محفوظ ہے۔ قرآن محفوظ ہے حدیث کا ایک ٹکڑا ضائع نہیں ہوا۔ ایک زمانہ میں جب حفاظ قرآن کی تعداد کا حساب لگایا گیا تو چودہ لاکھ تھی۔ خدا جانے اب کتنی ہوگی۔

خود میرے سامنے جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو میں نے بہت اعذار کئے لیکن پھر سوچا کہ یہ اللہ کو منظور ہے کہ اکبر پورہ سے لے کر نظام پور تک پھر سے لوگوں میں بیداری ہو۔ اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوں اور دین کی بلندی کے لئے حرکت پیدا ہو۔

میں دیوبند میں تھا کہ اخبار میں پڑھا کہ کفار نے ایٹم بم بنا لیا ہے جس سے ایک دنیا تباہ ہو جاتی ہے میں دل میں سوچ رہا تھا کہ اس کے مقابلہ میں کون آسکے گا۔ اسی روز حدیث میں دیکھا کہ قیامت سے قبل ایک وقت آنے والا ہے کہ مسلمان قسطنطنیہ کا محاصرہ کریں گا اور مسلمانوں کے پاس اسلحہ نہ ہو گا سوچیں گے کہ اس قلعہ کو کس طرح گرائیں اور فتح کریں تو بس "اللہ اکبر" کا نعرہ لگائیں گے تو دیواریں گر جائیں گی۔ تو میرے دل میں یقین آگیا کہ کفار سینکڑوں ایٹم بم بنالیں ہمارے پاس کوئی اسلحہ موجود نہ ہو صرف اخلاص سے اللہ اکبر کا جب نعرہ لگائیں گے تو نہ روس ہوگا نہ امریکہ نہ جاپان رہے گا نہ کفار کی شان و شوکت۔

اب بھی اسلام کی کرامتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ افغان مجاہدین کے پاس نہ تو اسلحہ ہے نہ جہاز ہیں اور نہ بم ہیں حتیٰ کہ فاقے پہ فاقے برداشت کر رہے ہیں۔ مگر پھر بھی سردی گرمی میں سخت حالات میں وہ روس جیسی زبردست طاقت کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ افغانستان اور پاکستان کے لئے ایک مضبوط قلعہ بن چکے ہیں۔ اگر افغان مجاہدین نہ ہوتے تو نہ پاکستان ہوتا اور نہ مساجد و مدارس ہوتے مگر ان کے ساتھ اللہ کی امداد شامل حال ہے وہی بچانے والا اور حفاظت کرنے والا ہے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ

میں جب اس مسئلہ کے لئے کھڑا ہوا تو اس کی وجہ ہے مجھے یاد ہے کہ جب ہم دارالعلوم دیوبند میں تھے، ہمارے استاد مولانا عبدالسمیع صاحب قدرے بیمار ہوئے اور استعفیٰ پیش کر دیا۔ تو حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا :۔

عبدالسمیع! کیا تم اس چیز کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ کی بارگاہ میں حاضری ہو تو تمہاری بغل میں مشکوٰۃ ہو، اللہ تعالیٰ پوچھے کہ عبدالسمیع تم نے دین کی خدمت کی ہے تو آپ یہ پیش کر دیں کہ :۔

اللہ! دین کی خدمت کرتے اور مشکوٰۃ پڑھاتے پڑھاتے اپنی جان آپ کے سپرد کر دی۔

مجھے استاد محترم کا سبق یاد آیا جب ہم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے دین کی کیا خدمت کی ہے تو ہم یہ عذر نہیں پیش کر سکتے کہ بوڑھے تھے، کمزور تھے یا ضعیف تھے۔ اللہ پاک فرمائے گا۔

کہ جب عذر تھا اور کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھی جا سکتی تھی تو بیٹھ کر پڑھتے اگر یہ مشکل تھا تو لیٹ کر پڑھتے اور اگر یہ بھی مشکل تھا تو اشارہ سے پڑھتے، معاف نہیں، ہمارے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔

دین کی حفاظت تو اللہ نے خود کرنی ہے ——— مگر اللہ کو یہ منظور ہے کہ تحصیل نوشہرہ کے مسلمانوں کے دلوں میں جو جذبات اور دین الٰہی کی محبت موجزن ہے اور دینی خدمات دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں جو موجود ہیں یہ سب پھر سے موج میں آ جائیں، آج جو تحصیل نوشہرہ پھر سے نعرۂ تکبیر سے فضا گونج اٹھی ہے یہ سب اللہ کی رحمتیں ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ امتحان لینا چاہتے ہیں۔ ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تو ملائکہ حاضر ہوئے، جبرئیل حاضر ہوا اور عرض کی، میں انگلی کے اشارہ سے دنیا کا نقشہ بدل سکتا ہوں اس موقعہ پر آپ کے اشارہ سے بر خدمت کے لئے تیار رہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اما انت فلا۔ آپ سے مدد نہیں لیتا۔ اللہ تعالیٰ خود دیکھ رہے ہیں۔ جبرائیل نے عرض کی، اللہ سے سوال کیجئے تو فرمانے لگے انہ بحالی حسبی من سوالی۔ یہ موقعہ امتحان کا تھا۔

میں کبھی کبھی طلبہ سے عرض کرتا ہوں جب طلبہ پڑھتے ہیں تو استاد سے سوال پوچھتے ہیں لیکن جب امتحان کا وقت ہوتا ہے تو پوچھنا جرم ہوتا ہے۔

یہ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کو اللہ نے ہمارے لئے نمونہ بنایا ہے کہ زندگی میں امتحان کے وقت بھی آتے ہیں۔ امتحان کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے۔

اس وقت دو پرندے تھے جو حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالے جانے والے منظر کو دیکھ رہے تھے۔ چڑیا، دریا سے چونچ میں پانی لا کر دور سے آگ پر ڈالنے کی کوشش کرتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ایک قطرہ پانی سے اس پر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوتا، مگر اس نے اپنا اخلاص دکھایا مگر چھپکلی سوراخ سے منہ نکال کر مزید پھونکنے لگی تاکہ تیز ہو جائے اس طرح اس نے اپنی طبیعت خبیثہ کو ظاہر کیا۔

اللہ کی نگاہ میں تو کوئی چیز چھپی نہیں ہے مگر پھر امتحان میں ڈال کر دنیا کی نگاہ میں اللہ پاک یہ ظاہر کرانا چاہتے ہیں کہ فلاں فلاں لوگ چڑیا کی چال چلتے ہیں اور فلاں فلاں چھپکلی کی۔

میرے محترم دوستو! اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے میں بوڑھا بھی ہوں خدا جانے کب موت آتی ہے لیکن اس بات کا جواب میرے پاس نہ تھا جب اللہ پوچھے کہ تم نے دین کی کیا خدمت کی تو میرے پاس یہ عذر نہ تھا کہ

وہ چارپائی پر پڑا بیمار تھا یا بوڑھا ہوں اس لئے فیصلہ کر لیا کہ جب اللہ پوچھے گا کیا لائے ہو تو مولانا عبدالسمیع صاحب والی بات عرض کر دوں گا۔

حکمران جو کہتے ہیں کہ ہم کامل مکمل اسلام نافذ کریں گے۔ خدا توفیق دے کہ نافذ کر دیں اور اگر نافذ کرنے میں پس و پیش کریں گے تو ہم اور آپ سب ان کے گریبان میں ہاتھ ڈالیں گے کہ جب تم نے اسلام کے نام پر ووٹ لیا ہے تو اب اس کے نفاذ میں سستی اور لیت و لعل کیوں ہے۔

دنیوی مفادات کی تحصیل نہ پہلے غرض تھی نہ اب ہے۔ اور الحمد للہ کہ نہ طبعاً یہ چیز پسند ہے۔ دوم تم آپ نے پہلے بھی مجھ پر اعتماد کیا تھا میرا سارا ریکارڈ آپ کے سامنے ہے کہ ہم نے دنیوی مفادات ٹھکرا دئے اور ہمیشہ دین کے لئے کام کیا ہے۔ بنیادیں رکھ دی گئی ہیں اب اسلام کی بلڈنگ تیار کرنی ہے۔ اگر اس میں بھی حکومت سستی کرے تو میں نے عرض کر دیا۔

بڑے بڑے طاقتور حکمران آئے دین کی خدمت کی تو زندہ رہے اور زندہ ہو گئے۔ عالمگیر آیا ہارون الرشید آیا اپنے اچھے کارناموں سے آج تک زندہ ہیں۔ جنہوں نے قوم کی خدمت نہیں کی اسلام کے قانون کو ترجیح نہیں دی۔ ایسوں کی صبح شام کرسیاں بدلتی رہتی ہیں صبح حکومت ہے تو شام کو ہتھکڑی ہے۔ ان تنصر اللہ ینصرکم۔ خدا کے دین کی نصرت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ینصرکم۔

خدا تعالیٰ تمہاری امداد دنیا، قبر اور آخرت میں کرے گا۔ اور جس نے دین کو ہاتھ میں پکڑ کر اس سے کھیلتا رہا اور تمسخر کرتا رہا تو وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوگا اور آخرت میں بھی۔

یہ تحصیل نوشہرہ کے مسلمان پھر سے جو مہربانیاں کر رہے ہیں اور آج تحصیل اللہ کے دین کی نصرت کے لئے جو حرکت پیدا ہو گئی ہے خدا تعالیٰ سب کو اس کا عظیم بدلہ دے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی سے نوازے۔ آمین

۲۵ فروری ۸۵ء رات کو دس بجے کامیابی پر جمع ہونے والے ہجوم سے خطاب

ولان شکرتم لازیدنکم ولان کفرتم ان عذابی لشدید

میرے محترم بزرگو! ابھی ابھی کہ پولنگ سٹیشنوں پر گنتی بھی مکمل نہ ہوئی ہوگی۔ باہر سے کثرت سے مہمان آئے ہیں اکوڑہ کے گردونواح اور تحصیل نوشہرہ کے دور دراز دیہاتوں سے آپ تشریف لائے ہیں خدا تعالیٰ اس کو دین کی بالادستی کا ذریعہ بنا دے۔ اور یہ خوشحالی اور مسرت جس کا آپ اظہار کر رہے ہیں دین کے لئے ہے اور اسلام کے لئے ہے۔ حقیقتہً مسرتیں تب ہوں گی جب اس ملک میں اسلام کا قانون نافذ ہوگا اور اسلام کا جھنڈا بلند ہوگا ــ یہ ظاہر ہے کہ اس قدر محبت جو آپ مجھ عاجز گناہ گار اور مسکین کے ساتھ کرتے ہیں یہ برکت کس کی ہے؟

میری اپنی تو کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میں خود کو خوب جانتا ہوں۔ من آنم کہ من دانم۔

یہ صرف آپ دین اور علم کی عزت کرتے ہیں یہ آپ کی علم نوازی اور دین دوستی ہے جو الحمد للہ الحمد للہ آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ آپ نے میرے سر پر ایک تاج رکھ دیا ہے اعتماد کا۔ مقصد یہ ہے کہ ایوانِ حکومت جہاں ملک کے منتخب لوگ موجود ہوتے ہیں حق کی آواز بلند کی جائے، حق کا اظہار کیا جائے اور حق ان تک پہنچایا جائے۔ قرآن، حدیث اور فقہ کی روشنی میں ملکی مسائل حل کئے جائیں۔ ہم بے بس اور ناتوان ہیں مگر اتنا تو کر سکتے ہیں جو ایک ناتوان چڑیا نے کیا۔ کہ ایک لق و دق صحرا میں ایک درخت پر اس نے گھونسلا بنایا اور اس میں انڈے دیئے کہ ایک ہاتھی آیا اور اسی درخت کے تنے سے جسم رگڑنے لگا جس سے درخت لرز اٹھا۔ اب چڑیا پریشان ہے کہ گھونسلا گر جائے گا اور سب کچھ اجڑ جائے گا۔ بے بس تھی۔ آخر سوچا کہ اس کے کانوں میں کیوں نہ گھس جاؤں اور اسے پریشان کروں۔ چڑیا کانوں میں گھس گئی اور اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتی رہی۔ ہاتھی بالآخر پریشان ہو کر درخت سے جدا ہو کر دوڑ پڑا کہ یہ ایٹم بم کہاں سے آ گیا۔ اس طرح درخت گرنے سے بچ گیا اور چڑیا کا گھونسلا بھی تباہی سے محفوظ رہا۔ یہی صورت ہمارے دین اور اسلام کے درخت کی ہے کہ زمانہ ہاتھی کی طرح اسے جڑ سے اکھاڑنا چاہتا ہے دنیا نہیں چاہتی کہ یہ سالم رہے تو ایک چڑیا کی طرح ایوان میں جا کر چیخنا اور چلانا تو کر سکتے ہیں جس سے انشاء اللہ اسلام کا درخت گرنے سے بچ سکتا ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ یہ میرے لئے تب واقعۃً باعث مسرت ہوگی کہ ہم ایوان میں حق کی آواز بلند کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کے اجراء و نفاذ کی کوشش کریں۔ مجھے حقیقی خوشی تب ہوگی اور تب یہ کہہ سکوں گا کہ میں آپ کے اعتماد کو بچا رکھ سکا۔

آپ کی دعا شامل حال ہو اور خدا تعالیٰ مجھ میں اہلیت بھی پیدا کر دے اور صلاحیت بھی اور حق کی آواز بلند کرنے کی طاقت اور ہمت بھی دے دے اور الحمد للہ ثم الحمد للہ یہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں نے جو مجھ عاجز مسکین اور گناہ گار پر اعتماد کیا ہے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ اگر میں زندہ رہا اور جب تک زندگی کا سانس باقی رہا تب تک اظہارِ حق میں اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے بھی ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کروں گا ہمارے سامنے صحابہؓ کا نمونہ موجود ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جان نثار صحابی تھے فرمایا کرتے تھے کہ میری گردن پر تلوار رکھ دی جائے اور مجھے ذبح کیا جانے لگے ایسی حالت میں اگر میں سمجھ گیا کہ حق کی بات قوم تک پہنچانا ضروری ہے۔ ایک اور حدیث بھی کہہ سکوں سنا سکوں تو میں ایسے عالم میں بھی جان کی پروا کئے بغیر حق بات قوم تک پہنچا دوں گا اس وقت میں یہ نہ دیکھوں گا کہ دشمن میرے سر کو تن سے جدا کر رہا ہے وہ اپنا عمل کرتا رہے، ایک منٹ تو اس کا بھی اس میں صرف ہوگا اتنے میں کلمۂ حق

کہہ ڈالوں گا۔

تو انشاء اللہ، انشاء اللہ، آپ نے مجھ پر بھی جو اعتماد کیا ہے خدا مجھے اس کا اہل بنادے۔ آپ کے سامنے میں یہ اقرار و اعتراف کرتا ہوں کہ اگر حق کے اظہار کا موقعہ ہو اور زندگی کے آخری لمحات ہوں تو میں اپنی طاقت اور مقدور بھر اس وقت بھی حق ظاہر کر کے رہوں گا۔

محترم بزرگو! مسلمانوں بالخصوص تحصیل نوشہرہ کے جوان، بوڑھوں، بزرگوں، مردوں، عورتوں اور بچوں نے اس انتخابی مہم میں جس ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کیا ہے خدا تعالیٰ اس کو رائیگاں نہیں کرے گا۔

آپ کی یہ کوشش اور جدوجہد اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ مجھ عاجز کی آپ نے حوصلہ افزائی کی، یہ حقیقت میں آپ نے میرے سر پر تاج رکھ دیا ہے اب آپ میرے لئے دعا کریں کہ دینی خدمت کے اس تاج عظیم کی ذمہ داریاں بھی نبھا سکوں۔ اور اس کے حقوق ادا کر سکوں۔

میں اول اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے مجھ جیسے گنہ گار اور مجھ جیسے کم علم انسان کو پھر خدمت کا یہ موقع بخشا۔ چونکہ موقعہ اور یہ عزت آپ کی برکت آپ کے ووٹ اور آپ کی جدوجہد اور کوشش کے ذریعہ سے بخشا گیا ہے انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اگر میں واقعۃً وہ ذمہ داریاں بجا لایا اور خدمت کی اور ایوان میں اظہار حق میں کامیاب ہو گیا تو اجر و ثواب کا جھنڈا اور آخرت کی سرخروئیاں آپ کے سر ہوں گی۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:۔

ان شکرتم لازیدنکم اگر تم نے شکریہ ادا کیا تو میں تم پر نعمت اور زیادہ کر دوں گا

دیکھئے اس شہر میں، اکوڑہ میں، آپ سب نے اولاً ایک چھوٹا سا سکول بنایا جو آج تک بحمداللہ ۳۰، ۳۵ سال سے قرآن اور دین کی تعلیم و تربیت میں مصروف کار ہے۔ اس سکول سے ہم مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) کو منتقل ہوئے پھر اس مسجد سے اس عظیم دارالعلوم حقانیہ کو منتقل ہوئے جس میں آج آپ سب تشریف فرما ہیں پھر آپ کو معلوم ہے کہ اس جگہ بڑی بڑی کھڈیں تھیں، جنگل تھا، بنجر زمین تھی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جنت الفردوس عطا فرما دے جنہوں نے دارالعلوم کے لئے یہ زمینیں وقف فرما دیں اور جو زندہ ہیں ان کی عمر میں برکت دے اب وہ چھوٹا سا پانی کا قطرہ خدا کے فضل سے دریا کی شکل میں بہہ رہا ہے۔

آپ جانتے ہیں خصوصاً وہ حضرات جو ملک و بیرون ملک سفر پر رہتے ہیں۔ جب وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم اکوڑہ خٹک کے باشندے ہیں یا تحصیل نوشہرہ سے ہمارا تعلق ہے یا دارالعلوم حقانیہ سے ہماری وابستگی ہے تو لوگ ان کا بے حد زیادہ اکرام کرتے ہیں اور پوچھا اور ہوتے ہیں وجہ صرف دین ہے اور دینی علوم کی خدمت ہے۔ آپ حضرات نے دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں دینی علوم کی قدر اور خدمت کی ہے اللہ کی ذات سب سے زیادہ

غیرت مند ہے تو ایسے بندوں کی اللہ پاک خوب قدر کرتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں:۔

اے بندو! میں بھی تمہارے ساتھ ایسی مہربانیاں، انعامات اور احسانات کروں گا جو نہ آنکھوں سے دیکھے گئے ہیں نہ کانوں سے سنے گئے ہیں۔ اور نہ کسی خیال میں آئے ہیں۔ یعنی جنت الفردوس۔

میرے بھائیو! میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ کو اور ہم کو دین کی خدمت کا موقع دیا ہے۔ اور دین کی خدمت کی سعی اور جدوجہد کا موقع دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے مواقع بھی انشاء اللہ عنایت فرمائے گا کہ ہم بطور اعلان یہ ظاہر کر سکیں گے کہ پاکستان میں مکمل دین نافذ ہے۔ زراعت، تجارت، حکومت، سلطنت، فوج اور اقتصادیات و معاشیات سب پر اسلام اور قرآن کے مطابق عمل ہوتا ہے۔ ہم دنیا کو بتا سکیں کہ یہ اسلام کا عدل ہے۔ حضرت عمرؓ کو اللہ پاک نے جلال دیا تھا۔ ایک روز قوم کا امتحان لینے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک بہت بڑے مجمع میں تقریر کے دوران فرمایا کہ اے قوم کے لوگو! کہ میں آپ کی نگاہوں میں اس وقت کیا حیثیت رکھتا ہوں۔ سب نے کہا آپ خلیفہ راشد ہیں۔ آپ کی بہت بڑی شان ہے قیصر و کسریٰ اپنے محلات میں آپ سے لرزتے ہیں۔

قیصر اپنے بنگلہ میں حضرت عمرؓ کے خوف سے چالیس ہزار سپاہی رکھتا تھا۔ ادھر حضرت عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ سر کے نیچے کچی اینٹ رکھ کر سو جاتے تھے۔ قمیص پر بارہ بارہ پیوند لگے ہوتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے رعب اور ہیبت سے نوازا تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ـــ میں ایک شدید ضرورت کی بنا پر ایک غیر شرعی طریقہ جاری کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کی تائید کریں گے یا نہیں ـــ مجمع کے آخر میں ایک بوڑھا کھڑا ہوا اور کہا امیر المومنین! میری ایک گزارش ہے۔ تلوار نیام سے نکالی اور کہا اے امیر المومنین! یاد رکھو! اگر شریعت کے قوانین کی پابندی کروگے اسلامی احکام کے اجراء و نفاذ کی کوشش کریں گے تو ہم آپ کی فرمانبرداری کریں گے لیکن اگر خلاف شریعت کوئی قدم اٹھاؤ گے تو یاد رکھو میری تلوار ہوگی اور آپ کا سر ہوگا ـــ آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں ہماری مسجد میں جرمنی کے کچھ انٹرویو نگار[1] آئے تھے ان کا اعتراض تھا کہ مسلمانوں سے جب ایک شخص خلیفہ بن جاتے تو اسے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ میں نے کہا حاشا و کلاّ ایسا نہیں۔ ہمارا یہ قانون ہے کہ اگر خلیفہ وقت بھی اس کے خلاف قدم اٹھائے تو رعایا کا ایک ادنیٰ آدمی تک تلوار سے اسے سدھارنے اور اس کی اصلاح کرنے کی جرأت رکھتا ہے ـــ میں نے ان لوگوں کو تفصیل سے حضرت عمرؓ کا واقعہ سنایا۔ جو ابھی آپ کو سنایا ہے۔ تو حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ الحمدللہ ہماری قوم میں بہت زیادہ جرأت ایمانی ہے ـــ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ حق کی تائید کی خاطر جب مجھ میں سانس ہے حق ظاہر کرتا رہوں گا۔ خدا نے ہمیں جو کامیابی اور فتح دی ہے اس میں ہم کسی کی توہین اور تذلیل نہیں کرتے اور نہ یہ ہونا چاہئے۔ خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

[1] انتخابات کے دنوں میں جرمنی وغیرہ کے کچھ انٹرویو نگار انٹرویو لینے آئے تھے اور حضرت سے ان کی مسجد قدیم میں نماز مغرب سے قبل طویل انٹرویو لیا۔

پرویز منکرِ حدیث ہے یا منکرِ قرآن

مولانا مدرار اللہ مدرار ۔ مردان

قسط ۲

ایک تنقیدی جائزہ

ملائکہ کے وجود سے انکار

(گذشتہ سے پیوستہ) گذشتہ صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ پرویز ملائکہ سے کائناتی قوتیں مراد لیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کائناتی قوتیں بے جان اور اختیار و ارادہ سے عاری ہیں جب کہ قرآن مجید نے ملائکہ کے جو صفات و احوال بیان کئے ہیں ان کی رو سے وہ ایک نوری اور ذی عقل مخلوق ہیں۔ وہ اجسامِ لطیفہ رکھتے ہیں مگر نہ جسم عنصری نہ حسی بلکہ ایک اور جسم جو بمنزلہ روح کے ہے جو مختلف اجسام میں متشکل ہونے کی استعداد رکھتے ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں ہم کو نظر آجاتے ہیں۔ اور لطافت کے سبب وہ طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتے ہیں اور بے پناہ قوت و قدرت رکھتے ہیں۔ قرآن سے ثابت ہے کہ قوم لوطؑ کی بستیوں کو ان ہی نے تہ و بالا کر کے تباہ کر دیا تھا۔ اور یہ فرشتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشری صورت میں پہنچے۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے ان کی خاطر و مدارات کرتے ہوئے ایک تلا ہوا بچھڑا ان کے آگے رکھ دیا۔ قرآن کے الفاظ ہیں: فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ۔ لیکن انہوں نے نہیں کھایا۔ ہم پرویز سے پوچھتے ہیں کہ کیا ابراہیم علیہ السلام نے بے جان کائناتی قوتوں کے سامنے تلا ہوا بچھڑا رکھ دیا تھا؟ جب کہ ایک پیغمبر سے اس قسم کے نامعقول فعل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ملائکہ کا واحد ملک ہے اور اصل میں یہ ملاک ہے۔ جیسا کہ شمئل جس کی جمع ملائک اور شمائل آتی ہے اور ۃ ملائکہ کے آخر میں جمع کے لحاظ سے زائد کر دی گئی ہے۔ (بیضاوی)

ملائکہ کے مختلف درجات ہیں۔ بعض ان میں [illegible] ہیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام وغیرہ۔ بعض فرشتے وساطت کا کام دیتے ہیں۔ اور بعض مدبّراتِ امر ہیں جو امورِ تکوینی کی تدبیر پر مامور ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانے پر مامور ہیں۔ ان کو روح القدس بھی کہتے ہیں اور روح الامین بھی۔ قرآن مجید میں حضرت جبریلؑ کا نام کئی بار آیا ہے اور انہی

کے ذریعے قرآن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ اور جب پرویز حضرت جبریلؑ کے وجود سے انکار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نزولِ قرآن کی نزولی کیفیت کو بھی نہیں مانتا اور اس طرح وہ وحیٔ آسمانی کے سارے سلسلے اور تاریخ کو بھی رد کر دیتا ہے اور وہ یکسر وحیٔ آسمانی کا منکر ہے لیکن قرآن نے صاف بتا دیا ہے کہ جبریل امینؑ کے وجود باجود سے عداوت رکھنا کفر کا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پرویز جبریلؑ سے دشمنی نہیں رکھتا۔ البتہ اس کے وجود کو نہیں مانتا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کسی کے وجود، شخصیت اور ہستی سے انکار کرنا اور اسے کسی شمار و قطار میں نہ لانا دشمنی سے بدتر چیز ہے۔ اور دونوں صورتوں کا منشاء ایک ہی ہے۔

ہم ذیل میں سورۂ بقرہ کی دو آیتیں پیش کرتے ہیں جن سے ہمارے مقصد و مدعا کی تائید روزِ روشن کی طرح ہوتی ہے۔

۱۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ۔ (۹۷) ترجمہ: جو کوئی جبریلؑ سے عداوت رکھے سو انہوں نے یہ قرآن پاک آپ کے قلبِ مبارک تک خدا کے حکم سے پہنچا دیا ہے۔

۲۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (بقرہ: ۹۸) ترجمہ: جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل و میکائیل کا۔ تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ان کافروں کا۔"

یہ دونوں آیتیں اس حقیقت پر صریح دلالت کر رہی ہیں کہ فرشتوں یا اُن میں جبریل و میکائیل سے دشمنی رکھنا یا ان سے انکار کرنا کفر ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں سے عداوت رکھتا ہے۔ اور اس قسم کے ملحدوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ دشمنی ہے۔ نیز مذکورہ آیتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص پیغمبروں کا یا اِن میں سے ایک پیغمبر مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن یا منکر ہے — وہ بلا ریب و شک از روئے قرآن مبتلائے کفر و ضلالت ہے۔ قرآن کی ان آیاتِ بیّنہ اور تصریحات کے پیشِ نظر پرویز کو اپنی پوزیشن اور مآل و انجام پر غور کرنا چاہیئے۔

پرویز اور مرزا قادیانی کا موازنہ

مرزا غلام احمد باتفاقِ اُمّت دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن آدم علیہ السلام جبریل امینؑ اور ملائکہ کے وجود کو تسلیم کرنے میں وہ اہلِ اسلام کا ہمنوا ہے جب کہ پرویز ان حقائق کا انکار کرتا ہے۔ "ازالۂ اوہام" میں مرزا قادیانی ایک سائل کا سوال نقل کرتے ہوئے اس کا جواب لکھتا ہے۔

سوال۔ (۱) ملایک اور جبریل علیہ السلام کے وجود سے انکار کیا ہے اور ان کو "توضیح المرام" میں کواکب کی قوتیں ٹھہرایا ہے۔

اما الجواب :- یہ آپ کا دھوکہ ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ عاجز ملایک اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وجود کو اسی طرح مانتا ہے جس طرح قرآن اور حدیث میں وارد ہے ۔ اور جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے ملایک کے اجرام سماوی سے خادمانہ تعلقات پائے جاتے ہیں یا جو کام خاص طور پر انہیں سپرد ہوا ہے ۔ اس کی تشریح میں رسالہ "توضیح مرام" لکھا ہے ۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۱۷۵)

اور آدم علیہ السلام کو نبی مانتے ہوئے لکھتا ہے ۔ :

۲ ۔ خدا تعالیٰ اس عاجز کو قرآن شریف کے حقائق اور معارف سکھلائیگا اور انہیں حصوں میں میرا نام مریمؑ اور عیسٰےؑ اور موسیٰؑ اور آدمؑ غرض تمام انبیاء کا نام رکھا گیا ہے ۔ (براہین احمدیہ پنجم ص۲۳۵ خاتمہ)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے تمام انبیاء کا نام اپنے لئے تجویز کیا ہے جو کفر و ضلالت ہے ۔ تاہم وہ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود اور نبوت کو تسلیم کرتا ہے ۔ جب کہ پرویز وجود آدم و نبوت آدم علیہ السلام سے صاف منکر ہے ۔ اور اس کے برعکس مرزا قادیانی حضرت جبریلؑ اور تمام فرشتوں کے وجود کو بھی تسلیم کرتا ہے ۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ مذکورہ امور میں جو ایمانیات میں سے ہیں ۔ پرویز کی ضلالت مرزا قادیانی کی ضلالت سے بڑھ کر ہے ۔

پرویز اور علامہ اقبالؒ پرویز اپنی انٹی قرآن تصانیف میں جا بجا استناد کے طور پر علامہ اقبالؒ کے اشعار پیش کرتا رہتا ہے جس سے وہ اپنے قارئین کو یہ تاثر دیتا ہے کہ گویا علامہ اقبالؒ بھی اس کے باطل عقائد و نظریات میں معاذ اللہ اس کا ہمنوا ہے ۔ اس تاثر کو رفع کرنے کی خاطر ہم علامہ اقبالؒ کے دو شعر پیش کرتے ہیں جن میں وہ ملائکہ سرخیل حضرت جبریل امینؑ کے مقام کو بایں طور بیان کرتے ہیں ؎

۱ ۔ ہمسایۂ جبریل امین بندۂ خاکی ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں

اسرار خودی میں فرماتے ہیں ؎

۲ ۔ از شکر ینہائے آں قرآن فروش دیدہ ام روح الامین را در خروش

علامہ اقبالؒ اس شخص کو قرآن فروش کہتے ہیں جو قرآن مجید میں من مانی تاویلات اور قرآنی نصوص اپنی خام خیالیوں کا ہدف بناتا ہے ۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ میں نے روح الامینؑ کو دیکھا ہے کہ وہ قرآن فروشوں کے ہاتھوں سخت برہم ہیں ۔ کیا اچھا ہوگا اگر پرویز اپنے ممدوح علامہ اقبالؒ ہی کے ارشادات کی پیروی میں قرآن کو بازیچۂ اطفال بنانے سے باز آجائے اور اپنے کئے پر ندامت اور افسوس کا اظہار کرے ۔

ع یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ط ۴۳ کے معنی (۱۲) اور اسی طرح تم بھی ان کے ساتھی بن جاؤ جو

قوانینِ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ (مفہوم القرآن ص۱۶)

آیتِ مذکورہ کے حقیقی معنی یہ ہیں : "رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔"

رکوع کے لغوی معنی جھکنے کے ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے یہ لفظ سجدہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی جھکنے کا انتہائی درجہ ہے۔ مگر اصطلاحِ شرع میں اس خاص جھکنے کو رکوع کہتے ہیں جو نماز میں معروف و مشہور ہے۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ "تم نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ۔"

اس جگہ "مَعَ الرَّاكِعِيْنَ" کے لفظ سے نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسی آیت کی بنا پر ایک جماعت صحابہؓ و تابعین اور فقہائے امت کے نزدیک نماز باجماعت واجب ہے۔ لیکن پرویز اس آیت سے نماز مراد نہیں لیتا۔ بلکہ قوانینِ خداوندی مراد لیتا ہے اور قوانینِ خداوندی میں تمام قوانینِ فطرت داخل ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں صرف ان لوگوں کا ساتھ دینا چاہیئے جو قوانینِ فطرت کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ آیت مذکورہ کے ساتھ پرویز کا کھلا ہوا مذاق ہے۔ العیاذ باللہ۔ علاوہ ازیں قرآن میں جہاں وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ یا تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا کی قسم کی آیتیں آئی ہیں۔ ان سے بھی پرویز نے صحیح مفہوم یعنی نماز مراد نہیں لی ہے۔ بلکہ قوانین مراد لئے ہیں۔

ابنائے بنی اسرائیل کے قتل کی من گھڑت تعبیر

(۱۳) وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ (۲/۴۹) یاد رہے کہ جب تم قومِ فرعون کی محکومی میں تھے تو وہ تم پر ڈھونڈ ڈھونڈ کر طرح طرح کے عذاب وارد کیا کرتے تھے۔ ان میں بدترین عذاب یہ تھا کہ وہ تمہارے اندر پارٹیاں پیدا کرتا رہتا تھا اور اس طرح کرتا یہ تھا کہ تمہاری قوم کے معزز افراد کو جن میں جوہرِ مردانگی کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور جن سے اسے خطرہ کا امکان نظر آتا تھا ذلیل و خوار کر کے غیر مؤثر بناتا رہتا تھا بالخصوص انہیں جو موسیٰؑ پر ایمان لاتے تھے اور جو طبقہ ان جوہروں سے عاری تھا، اسے اپنا معزز و مقرب بنا کر آگے بڑھاتا تھا اسی طرح مجموعی حیثیت سے تمہاری قوم کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جاتی تھی۔ (مفہوم القرآن ص۱۷)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے : اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے رہائی دی۔ جو تم پر بڑا عذاب کرتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔"

آیت مذکورہ کے اصلی اور حقیقی مفہوم کو دیکھنے کے بعد بآسانی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ پرویز نے اپنے طبعی رجحانات کے مطابق آیت میں کس قدر معنوی تحریفات کی ہیں۔ اور اس کے مدلول اور مفہوم

کو افسانوی رنگ دے کر کس قدر مجروح کیا ہے۔

ضربِ کلیم سے پتھر سے چشموں کے اُبلنے کی تعبیر

(۱۴) وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ (۲/۶۰) تم اپنی تاریخ کے اس واقعے کو بھی یاد کرو۔ جب تمہیں پانی کی دقت ہوئی اور موسیٰؑ نے اس کے لئے ہم سے درخواست کی تو ہم نے اسکی رہنمائی اس مقام کی طرف کر دی جہاں پانی کے چشمے مستور تھے وہ اپنی جماعت کو لے کر وہاں پہنچا۔ چٹان پر سے مٹی ہٹائی۔ تو اس میں سے ایک دو نہیں اکٹھے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ (مفہوم القرآن ص ۲۱)

اس آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنے عصا کو پتھر پر مار۔ سو اس سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔"

مصر سے نکلنے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ بنی اسرائیل کو وادی تیہ میں پیاس لگی۔ تو پانی مانگا۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تو باذنِ خداوندی ایک خاص پتھر کو عصا مارنے سے بارہ چشمے نکل پڑے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ان سے سیراب ہوئے۔ لیکن پرویز کہتا ہے کہ موسیٰؑ نے ایک چٹان پر سے مٹی ہٹائی تو اس میں سے چشمے پھوٹ نکلے۔ اگر وہ اپنی مادہ پرست طبیعت کی بناء پر اس معجزۂ موسویؑ سے انکار کرتا ہے۔ کہ یہ محال ہے۔ تو بھلا اسکی یہ رکیک توجیہہ کب قرینِ عقل اور قابلِ تسلیم ہو سکتی ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے چٹان پر سے مٹی ہٹائی تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ مٹی ابلتے ہوئے چشموں کو نہیں روک سکتی اور پھر چٹان سے نہ زیادہ نہ کم پورے بارہ چشمے کیوں پھوٹ پڑے۔ کیا یہ بجائے خود معجزہ نہیں ہے کہ چٹان سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کی تعداد کے موافق ہی بارہ چشمے بہہ نکلے۔ ضربِ کلیم کی تاثیر سے انکار قرآنی آیات ہی کا انکار ہے جس کا پرویز مرتکب ہے۔

کیا نماز میں مسجد حرام کیطرف منہ کرنا ضروری نہیں

(۱۵) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ (۲/۱۵۰) یہ کہ تم دنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو اور وہاں سے کسی طرف بھی قدم اٹھانے کا ارادہ ہو۔ تمہارے سامنے کوئی پروگرام بھی ہو اپنی نگاہ ہمیشہ اپنے مرکز کیطرف رکھو (مفہوم القرآن ص ۵۵)

اس آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جہاں سے تو نکلے اپنا منہ مسجد حرام کیطرف کر۔"

اس آیت میں اور اس سے متصل آیتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ حالتِ سفر اور حضر دونوں میں بحالتِ نماز اپنا رُخ مسجد حرام کیطرف کیا کریں۔ بیت اللہ کیطرف استقبال حالتِ نماز میں فرض ہے لیکن پرویز نے آیت کے مندرجہ بالا مفہوم میں یہ قید اڑا دی ہے۔ نہ نماز کا ذکر ہے اور نہ نماز میں مسجد الحرام کیطرف منہ کرنے کا ذکر ہے۔ دراصل اس کی نظر میں ان باتوں کی کوئی اہمیت

ہے ہی نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی پروگرام ہو۔ تو اس وقت نگاہ مرکز کیطرف رہنی چاہیئے۔ اور مرکز سے مراد وہ "مرکزِ ملت" لیتا ہے نہ کہ بیت اللہ۔ آیت میں کسی پروگرام کے وقت نگاہ مرکز کیطرف رکھنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ بلکہ نماز میں مسجدِ حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے۔ پرویز نے یہ حکم تبدیل کر کے آیت کے معنوں میں کھلم کھلا تعریف کی ہے۔

روزہ رکھنے میں تکلیف ہو تو فدیہ دے۔

(۱۶) وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (۲/۱۸۴) لیکن اگر شکل یہ ہو کہ ایک شخص نہ تو بیمار ہے اور نہ ہی سفر میں ہے۔ لیکن اس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ روزے کو بمشقت نباہ سکتا ہے۔ تو اس کے لیئے دوسرے اوقات میں روزے پورے کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسے چاہیئے کہ روزے کے عوض کسی حاجتمند کو روٹی کھلانے کا انتظام کرے (مفہوم ص۶۷)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جن کو روزہ کی طاقت ہو اُن کے ذمے بدلہ ہے ایک فقیر کا کھانا۔"

واضح رہے کہ اس آیت کے متعلق صحیح بخاری و مسلم وغیرہ تمام ائمہ حدیث نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو ہمیں اختیار دیدیا گیا تھا کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے ہر روزے کا فدیہ دیدے۔ پھر جب دوسری آیت "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" نازل ہوئی تو یہ اختیار ختم ہو کر طاقت والوں پر صرف روزہ ہی رکھنا لازم ہو گیا۔ اور اسی پر آج تک تمام اہلِ اسلام کا عمل جاری ہے۔ ظاہر ہے کہ پرویز احادیث نبویؐ سے منکر اور اہلِ اسلام کے مسلک کے خلاف ہے اس لیئے اس کے نزدیک روزہ رکھنا ضروری نہیں، بس فدیہ ہی دیدے۔ تو کام چلے گا۔ اور یہ طرزِ عمل قرآن و سنّت اور امّتِ مسلمہ کے طرزِ عمل کے منافی ہے۔

صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد قانون کی اطاعت ہے۔

(۱۷) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسْطَىٰ (۲/۲۳۸) تمہارا مرکزی فریضہ جس کی حفاظت اشد ضروری ہے یہ ہے کہ تم زندگی کے ہر گوشے میں ہمیشہ قوانین کی اطاعت میں کمربستہ کھڑے رہو۔ (مفہوم ص۹۱)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "محافظت کرو سب نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی۔"

اس آیت میں پنج وقتہ نمازوں کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے۔ اور پھر ان میں بیچ والی نماز کی حفاظت و اہتمام پر خاص زور دیا گیا ہے۔ بعض احادیث کی روشنی میں علمائے امّت کی اکثریت کے نزدیک بیچ والی نماز سے مراد نمازِ عصر ہے۔ کیونکہ اس کے ایک طرف دو نمازیں دن کی ہیں فجرؔ اور ظہرؔ اور ایک طرف دو نمازیں رات کی ہیں مغربؔ اور عشاءؔ۔ اس کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لیئے کی گئی کہ اکثر لوگوں کو یہ وقت کام کی مصروفیت کا ہوتا ہے۔ لیکن پرویز کو آیت کا مفہوم بیان کرنے میں نہ تو پنج وقتہ نمازوں کے ذکر کا خیال آیا اور نہ اسے اس سے غرض ہے کہ بیچ والی نماز کی اللہ تعالیٰ نے خاص تاکید اور اہمیت فرمائی

ہے۔ جب کہ اس کا ذکر کرنا خاص طور پر ضروری تھا۔ وہ آیت کے مدلول اور حقیقی مفہوم کے بالکل برعکس قوانین زندگی پر زور دے رہا ہے اور آیت کے معانی میں اپنے خیالاتِ باطلہ ٹھونس رہا ہے۔

عزیر علیہ السلام کی موت وحیات سے انکار | (۱۸) اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ (۲/۲۵۹)

دوسری مثال بنی اسرائیل کی نشأۃ ثانیہ کی ہے وہ بخت نصر کے ہاتھوں یوروشلم کی تباہی و بربادی کے بعد سو سال تک غلامی اور محکومی کی ذلت آمیز زندگی بسر کرتے رہے۔ اور اس کے بعد جب وہ اپنی حیاتِ اجتماعی سے یکسر مایوس ہو چکے تھے۔ کیخسرو نے انہیں پھر بیت المقدس میں آباد کر دیا۔ تمثیلی انداز میں اسے یوں سمجھو کہ ایک شخص کا گذر ایک ایسی بستی پر ہوا جس کے مکانات مسمار ہو کر کھنڈر بن چکے تھے۔ اس نے کہا اس قسم کی ویران بستی کو موت کے بعد پھر سے زندگی مل سکتی ہے۔ الخ (مفہوم ص۱۰۲)

آیت کا اصلی ترجمہ اور مفہوم یہ ہے: "کیا تو نے نہ دیکھا اس شخص کو کہ گذرا وہ ایک شہر پر اور وہ گر پڑا تھا اپنی چھتوں پر۔ بولا کیونکر زندہ کریگا اس کو اللہ مرگئے پیچھے۔ پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اسکو۔ الخ"

آیت میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت عزیرؑ پیغمبر تھے۔ انہوں نے اثنائے سفر میں راہ میں ایک ویران شہر دیکھا اسکی عمارت گری دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ یہاں کے باشندے سب مرگئے حق تعالیٰ کیونکر ان کو جلا دے اور یہ شہر آباد ہو۔ اسی جگہ ان کی روح قبض ہوگئی اور ان کی سواری کا گدھا مرگیا سو برس تک اسی حال میں رہے پھر سو برس کے بعد زندہ کئے گئے۔ ان کا کھانا اور پینا اسی طرح پاس دھرا ہوا تھا ان کا گدھا جو مرچکا تھا اسکی بوسیدہ ہڈیاں اپنی حالت پر دھری تھیں، وہ ان کے روبرو زندہ کیا گیا۔ اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہو کر شہر میں آباد ہو چکے تھے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے زندہ ہو کر شہر آباد ہی دیکھا۔

یہ واقعہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق کی قدرتِ عظیمہ کا ایک عظیم نمونہ ہے۔ لیکن پرویز روشن خیالی اور نیچریت میں پوری طرح رنگ چکا ہے، اس لئے وہ حضرت عزیرؑ کے اس واقعہ کو ایک تمثیلی افسانہ سمجھتا ہے اور حضرت عزیرؑ پر موت طاری ہونے اور ان کے دوبارہ زندہ کئے جانے کی حقیقت کو نہیں مانتا جب کہ اس واقعہ کا بیان کرنے والا اور راوی خود اللہ تعالیٰ ہے اور قرآنی آیات اس پر ناطق ہیں لیکن پرویز جیسے کٹر عقلیت پرست قرآنی آیات کے حقائق کو جھٹلانے پر مُصر ہے اور ان کے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔

حضرت مریمؑ کے لئے غیبی رزق کے آنے سے انکار | (۱۹) كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ

وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (٣/٣٦) مریمؑ اپنے زہد و ریاضت کی بنا پر اس درجہ مرجع انام بن گئی کہ اس کے پاس نذر و نیاز کی چیزیں آنی شروع ہوگئیں۔ چنانچہ کبھی زکریاؑ عبادت گاہ (قربان گاہ) میں آتا تو مریمؑ کے پاس کھانے پینے کی چیزیں دیکھتا۔ وہ بربنائے احتیاط اس سے پوچھتا کہ اے مریمؑ تجھے یہ چیزیں کہاں سے ملتی ہیں۔ وہ اس کے جواب میں کہہ دیتی کہ انہیں یہ چیزیں اللہ کیطرف سے آتی ہیں۔ یعنی جو لوگ اللہ کی نذریں مانتے ہیں وہ دے جاتے ہیں۔ (مفہوم ص۱۲۷)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "جب بھی زکریاؑ مریمؑ کے پاس حجرے میں داخل ہوتا تو اس کے پاس رزق (پھل) موجود پاتا۔"

حضرت مریمؑ کے والد ماجد عمران کی وفات ان کے بچپن ہی میں ہوگئی تھی۔ ہیکل کے خادموں کی سرداری حضرت زکریاؑ کے حصہ میں آئی تھی۔ آپ حضرت مریمؑ کے خالو تھے۔ حضرت مریمؑ کی کفالت آپ کے سپرد کی گئی تھی۔ دورانِ کفالت مریمؑ کے پاس بے موسم میوے آتے۔ گرمی کے پھل سردی میں سردی کے پھل گرمی میں۔ اور یہ مریمؑ کی کرامات و برکات اور غیر معمولی نشانات تھے جو ظاہر ہونے شروع ہوئے جن کا بار بار مشاہدہ ہونے پر حضرت زکریاؑ سے نہ رہا گیا اور ازراہِ تعجب پوچھنے لگے کہ مریمؑ! یہ چیزیں تم کو کہاں سے پہنچتی ہیں۔ اس نے کہا کہ خدا کی قدرت مجھے یہ چیزیں پہنچاتی ہے۔ جو قیاس و گمان سے باہر ہے۔ آیت میں لفظ رِزْقًا میں تنوین ہے۔ اس کے متعلق امام فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے۔

"التنوین فی قولہ رزقاً یدل علی تعظیم حال ذالک الرزق کانہ قیل رزقاً ای رزقٌ غریب عجیبٌ۔ (تفسیر کبیر)

"یعنی رزقاً کی تنوین تعظیم و بھلائی کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رزق کوئی ندرت کا پہلو رکھتا ہے۔"

لیکن پرویز قرآنی تصریحات کے برعکس کہتا ہے کہ اس رزق سے نذر و نیاز کی چیزیں مراد ہیں اور اسی طرح وہ قرآنی آیات کے مدلولات میں ردّ و بدل اور من گھڑت تاویلات پر مُصر ہے۔

عیسےٰ علیہ السلام کے احیائے موتیٰ سے انکار

(۳۰) وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ (٣/٤٥) میں اس وحی کے ذریعے تمہیں ایسی حیات عطا کروں گا جس سے تم اپنی موجودہ خاک نشینی سے ابھر کر فضا کی بلندیوں میں اڑنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ (مفہوم القرآن ص۱۳۰)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور زندہ کرتا ہوں مُردوں کو خدا کے حکم سے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات دیئے گئے تھے ان میں ایک مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ

تھا۔ اور یہ قرآن سے ثابت ہے لیکن پرویز اس معجزہ سے انکار کرتا ہے۔ اور اس کے ماننے پر آمادہ نہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے دوسرے معجزات سے انکار (۲۱) وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (۳/۸۷) میں موجودہ نظام سرمایہ داری کی جگہ ایسا نظام قائم کروں گا جو اس کا جائزہ لیتا رہے گا، کہ تم کھانے پینے کی چیزوں میں کس قدر اپنے مصرف میں لاتے ہو اور کس قدر ذخیرہ کرتے ہو کہ اس سے ناجائز نفع کمایا جائے۔ (مفہوم ص۱۳۱)

آیت کا حقیقی مفہوم یہ ہے: "اور تم جو کچھ کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ جمع کرتے ہو وہ تمہیں بتلا دیتا ہوں"

اس آیت نے بتلا دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو عملی معجزات کے علاوہ بعض مغیبات کا علم بھی دیا گیا تھا اس لئے انہوں نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری مخفی چیزوں پر بھی اللہ تعالیٰ مجھے مطلع کر دیتا ہے۔ مثلاً میں تمہارے کھانے پینے کی چیزوں اور ذخیرہ کی ہوئی اشیاء کا علم رکھتا ہوں۔ اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کے بعض علمی معجزات ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن پرویز ان سب کا انکار کرتا ہے۔ اور آیت مذکورہ کی طبعزاد اور من گھڑت مفہوم بیان کرتا ہے۔ اور آیت کریمہ کا ناطہ نظام سرمایہ داری وغیرہ ملاتا ہے۔ جو مغالطہ انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ مضحکہ خیز بھی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۳/۱۶۷) کے معنی (۲۱) لیکن جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں وہ نہایت شدّت سے ان قوانین کی اطاعت کرتے ہیں۔ (مفہوم ص۱۶۰)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی محبت سب سے قوی رکھتے ہیں" یعنی مومن کی محبت عقلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمام دوسری محبتوں پر غالب اور حاکم رہتی ہے۔ اور ان کا سب سے بڑا محبوب اللہ تعالیٰ اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس حقیقت کے برعکس پرویز آیت کا مطلب یہ بتاتا ہے کہ لوگ نہایت شدّت سے قوانین خداوندی کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ مفہوم آیت کریمہ کے الفاظ کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔ اور بالکل طفلانہ اور مضحکہ خیز ہے۔

بندہ کی دعا کا جواب قانونِ الٰہی دیتا ہے۔ (۲۲) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (۳/۱۸۶) اے رسول! جب میرے بندے تم سے میرے متعلق سوال کریں تو ان سے کہدو کہ میں ہر وقت ان کے قریب ہوں۔ وہ اس طرح کہ جب کوئی شخص اپنی رہنمائی کے لئے مجھے پکارتا ہے تو میرا قانونِ ہدایت جو قرآن کے اندر محفوظ ہے اس کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ (مفہوم ص۶۸)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو تو میں قریب ہوں قبول کرتا

ہوں مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے "

آیت کا مطلب صاف اور واضح ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی مخصوص عنایت اور لطف و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے بندوں سے قریب ہی ہوں جب بھی وہ دعا مانگتے ہیں ۔ میں ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں اور ان کی حاجات کو پورا کرتا ہوں ۔ دراصل پرویز دعا مانگنے کا مخالف ہے ۔ اس لئے اس نے آیت کے معنوں میں تحریف کرتے ہوئے لکھا کہ جب کوئی شخص اپنی راہنمائی کے لئے مجھے پکارتا ہے تو میرا قانون ہدایت اسکی پکار کا جواب دیتا ہے ۔ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات معطل ہیں معاذ اللہ وہ نہ کسی پکار کا جواب دیتا ہے اور نہ کسی کی حاجات پوری کرتا ہے ۔ بلکہ اسکی جگہ اس کا قانون ہدایت سب کچھ کرتا ہے ۔ درحقیقت یہ مشرکانہ عقیدہ ہے جو اس نے اپنا لیا ہے ۔

مریض کو شفا خدا کا قانون دیتا ہے | (۲۳) وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ (۲۶/۷۸) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو شفا بھی اس کے قانون کے مطابق ملتی ہے ۔ موت اور حیات بھی اس کے قانون سے وابستہ ہے ۔ (معارف القرآن ص۱۶۶)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے : " اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی (خدا) مجھ کو شفا دیتا ہے اور وہ جو مجھ کو مارے گا پھر وہی مجھ کو زندہ کرے گا ۔"

آیت مذکورہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلان توحید کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنی قوم نمرودیوں کے سامنے کیا تھا کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت اور قدرت سے ہوتا ہے ۔ ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا کہ مریض کو شفا دینے والا اور موت و حیات عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ لیکن نمرودیوں نے اس اعلان توحید پر بُرا منایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ پر کمربستہ ہو گئے ۔

جب پرویز یہ کہتا ہے کہ مریض کو شفا خدا نہیں دیتا بلکہ اس کا قانون دیتا ہے اور موت و حیات کا سلسلہ بھی قانون کے مطابق چلتا ہے ۔ باری تعالیٰ کو معاذ اللہ ان امور میں کوئی دخل نہیں ۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نمرودیوں کا ہمنوا ہے جبکہ نمرودی ان امور کی اضافت بتوں کی طرف کرتے تھے اور پرویز یہ اضافت قانون کی طرف کرتا ہے ۔ دراصل وہ اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق نہیں سمجھتا ۔ بلکہ پابند سمجھتا ہے ۔ اس لئے وہ میں اللہ تعالیٰ کے تصرفات کا قائل نہیں ۔ چنانچہ اس موضوع پر اس کی کتابوں سے چند مزید اندراجات پیش کئے جاتے ہیں ۔ تاکہ اسکی حقیقت اور بھی بے نقاب ہو جائے ۔

(مسلسل)

ڈاکٹر محمد رشید صاحب فاروقی ۔ نائیجیریا

اسلام کا تصوّر حلال و حرام

ارکانِ خمسہ کے بعد اسلام کے جملہ مباحث میں سے حلال و حرام کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے اس لئے کہ یہی فعل اور ترک کا معیار ہے ۔ اسی سے فردِ مسلم کی زندگی تشکیل پاتی ہے ۔ اور اسی سے اسلامی معاشرہ دوسرے غیر اسلامی معاشروں سے امتیاز پاتا ہے ۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو گذشتہ ادوار سے ثابت چلی آرہی ہے ۔ موجودہ دَور میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ آج عقیدے کی گرفت ڈھیلی ہو رہی ہے ۔ اجتماعیت کے مختلف آراء و افکار نئے انداز سے انسانی ذہن کو مغلوب کر رہے ہیں موجودہ مادی ترقی کے گھمنڈ میں انسان احکامِ خداوندی کو پسِ پشت ڈال رہا ہے ۔ مختلف آزاد سوسائٹیوں کے اختلاط سے بعض مسلمان بزعم خویش "وسیع النظر" ہو کر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کو بڑی جرأت سے پامال کر رہے ہیں ۔ باعمل مسلمانوں کو "تنگ نظر" کہہ کر اپنے کرتوت کے لئے وجہ جواز پیش کرتے ہیں ۔ ان کے نزدیک موجودہ " دورِ نور " اور " دورِ حریت " میں اس طرح کے مسائل چھیڑنا ہی نامناسب ہیں ۔ بقول ان کے یہ تو اس دَور کی باتیں ہیں جب کہ انسان جہالت اور تاریکی میں زندگی بسر کر رہا تھا ۔ اُس دَور کے انسان کے لئے بے شک یہ باتیں ایک بہترین راہ نمائی تھیں ۔ لیکن آج کا انسان جو علمی اور فنی لحاظ سے بہت آگے نکل گیا ہے ۔ اس طرح کی باتوں کا محتاج نہیں ۔

لیکن میں پوچھتا ہوں ۔ کیا حلال و حرام کا مسئلہ دیگر قانونی مسائل کی طرح ایک قانونی مسئلہ نہیں جن سے نظام ، حقوقِ انسانی اور صالح معاشرے کے تحفظ کی ضمانت ملتی ہے ۔ اور جن کی حمایت ہمیشہ سے حکماء کرتے رہے ہیں ؟ قانون اور حریت انسانی میں کب تعارض رہا ہے ؟ حقیقت میں حُریت انسانی کو تقویت قانون سے ہی ملی ۔ لیکن جب بھی حریت قانون سے آزاد ہوئی انسانی معاشرہ فساد ، ظلم و بربریت ۔ لوٹ کھسوٹ اور خون ریزی کا شکار ہوا ۔ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ حقیقی " دورِ نور " تو وہی ہے جس میں حرمتیں محفوظ ہوں ۔ انسان کی عزت و کرامت برقرار ہو ۔ اور دولت و حکومت اخلاقی و روحانی بنیادوں پر استوار ہو ۔ لیکن اگر ان تمام بنیادوں کو پائمال کیا جا رہا ہو ۔ ہر طرف مطلق العنانیت کا دور دورہ ہو ۔ حیوانیت انسان کا لبادہ اوڑھ کر درندگی میں مصروف ہو ۔ انسان ، انسان کے ہاتھوں لُٹ رہا ہو کسی کی جان محفوظ ہو نہ کسی کا مال ۔ مادّی اوزار سے لیس

انسان کمزور ضعیف اور نہتے انسانوں کو تختہ مشق بنا رہا ہو۔ تو ایسے دور کو روشنی کا دور کیسے کہو گے؟ ترقی اور حریت کا دور کیسے کہو گے؟ ہماری نظر میں تو یہی دورِ جہالت ہے ہم تو اسی دور کو ظلمتوں اور تاریکیوں کا دور کہیں گے۔ اگرچہ ظاہرہ طور پر اس دور کی راتیں دن کی روشنیوں سے زیادہ روشن ہوں۔ ہماری نظر میں تو یہی دورِ غلامی ہے اگرچہ آزادی اور حریت کے نعرے ہر چہار جانب سے سنائی دے رہے ہوں۔

حلال وحرام کا مسئلہ خالص قانونی مسئلہ ہے جو حریت انسانی کی ضمانت دیتا ہے اور انسانوں کے لئے اس کی حدود متعین کرتا ہے۔ اسی اہم مسئلے کی وجہ سے اعمال کے کرنے اور نہ کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسی کی برکت سے انسان کے سامنے واضح لائحہ عمل ہوتا ہے۔ حلال وحرام کا تصور ہی ہے۔ جس کے طفیل انسان نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کون سا عمل دنیا و آخرت کے اعتبار سے نفع بخش ہے اور کون سا غیر نفع بخش۔ اسی سے اچھائی و برائی۔ نیکی اور بدی میں بھی تمیز کر سکتا ہے۔

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اکمل الشرائع و اعدل القوانین ہے۔ حلال وحرام کی تفصیلات دے کر انسان پر رحم کیا۔ دونوں جہاں کی تنگی اور تکلیف سے محفوظ کر کے ہر طور سے اس کی بھلائی کا انتظام کیا۔ حیرت کی بات ہے کچھ لوگ حلال وحرام کے تصور سے گھبراتے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہ سراسر باعث تکلیف ہے۔ اس میں شدت ہے۔ مشقت اور حرمان ہے۔ یہ تصور قطعاً غلط ہے یہ کلمات کفر ہیں۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

"یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر"[1]

یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری آسانی چاہتا ہے۔ تمہاری تنگی اور تکلیف نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "احب الدین الی اللہ الحنفیۃ السمحۃ"[2] یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب دین حنفیت (اسلام) ہے جو آسان ہے۔

امام قسطلانیؒ الحنفیہ والسمحۃ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الحنفیۃ ای المائلۃ عن الباطل الی الحق والسمحۃ ای السہلۃ[3]

(یعنی حنفیت کا مطلب ہے وہ دین جو باطل سے حق کی طرف مائل ہے۔ اور السمحۃ کا مطلب ہے آسان)

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت سے فرمایا:۔

ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا وابشروا (یعنی دین آسان ہے اور جو دین میں تشدد سے کام لیتا ہے تو وہ اسی پر غالب آتا ہے لہذا اعتدال کا راستہ اختیار کرو۔ قریب لاؤ۔ اور

---

[1] البقرہ آیت ۲۳ [2] صحیح بخاری، کتاب الایمان۔ باب الدین یسر [3] شرح صحیح بخاری کتاب الایمان۔ باب الدین یسر

خوشخبری دو) امام قسطلانی لکھتے ہیں کہ فسددوا السداد سے ہے جس سے مراد توسط فی العمل ہے۔ یعنی افراط و تفریط کو چھوڑ کر توسط فی العمل کی پابندی کرتے رہو[1]

حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام نہایت ہی آسان، قابل عمل اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خصوصی رحم فرمایا ہے کہ ایسا سادہ عام فہم اور سہل دین عطا کیا جو ہر طرح کی تنگی اور تکلیف سے منزہ ہے۔ سورہ الحج میں اللہ تعالیٰ کا خود اعلان ہے۔

"وما جعل علیکم فی الدین من حرج" اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں۔

یعنی تمہاری زندگی کو ان تمام بے جا قیود سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ جو پچھلی امتوں کو فقیہوں اور فریسیوں اور پاپاؤں نے عائد کر دی تھیں۔ نہ یہاں فکر و خیال پر وہ پابندیاں ہیں جو علمی ترقی میں مانع ہوں اور نہ عملی زندگی پر وہ پابندیاں ہیں جو تمدن اور معاشرے کی ترقی میں رکاوٹ بنیں۔ ایک سادہ اور سہل عقیدہ و قانون تم کو دیا گیا ہے جس کو لے کر تم جتنا آگے جا ہو بڑھ سکتے ہو۔ یہاں جس مضمون کو ثبوتی و ایجابی انداز میں بیان کیا گیا ہے وہی ایک دوسری جگہ سلبی انداز میں ارشاد ہوا ہے کہ

یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم۔

یہ رسول ان کو جانی پہچانی نیکیوں کا حکم دیتا ہے۔ اور ان برائیوں سے روکتا ہے جن سے فطرت انسانی انکار کرتی ہے اور وہ چیزیں حلال کرتا ہے جو پاکیزہ ہیں۔ اور وہ چیزیں حرام کرتا ہے جو گندی ہیں اور ان پر سے وہ بھاری بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے۔ اور وہ زنجیریں کھولتا ہے جن میں جکڑے ہوئے تھے۔ (اعراف آیت ۱۵۷)

شریعت اسلامیہ میں حلال و حرام کے مسئلے پر تین پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ حلال۔ ۲۔ حرام۔ ۳۔ مشتبہات۔

جہاں تک پہلے دو یعنی حلال و حرام کا تعلق ہے وہ نصوص شرعیہ میں بالصراحت موجود ہیں۔ لیکن مشتبہات وہ امور ہیں جن کی حلت یا حرمت واضح طور سے نصوص میں موجود نہ ہو۔ ایسے مشتبہ امور سے بچنا تقویٰ ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

"الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات لا یعلمھا کثیر من الناس فمن اتقی المشتبھات استبرأ لدینہ وعرضہ، ومن وقع فی الشبھات استبرأ

---

[1] ارشاد الساری [2] تفہیم القرآن۔ سورہ حج حاشیہ ۱۳۰

لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبہات کراعی یرعی حول الحمی، یوشك ان یواقعه۔ الا وان لکل ملك حمی الا ان حمی اللہ فی ارضه محارمه[1]

(یعنی حلال واضح ہے اور حرام (بھی) واضح ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو کوئی ان سے بچا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی۔ اور جو ان مشتبہات میں پڑا تو اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو اپنے مال مویشی کو کسی اور کی چراگاہ کے قریب چراتا ہے۔ جو کسی بھی وقت اس میں داخل ہو سکتے ہیں خبردار! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اور اللہ کی زمین پر اللہ کی چراگاہ اس کے محارم ہیں۔)

آیندہ سطور میں حلال وحرام اور مشتبہات پر جدا جدا بحث کی جاتی ہے۔

حلال | امام غزالیؒ حلال کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"هو الذی خلا عن ذاته الصفات الموجبة للتحریم فی عینه وانحل عن اسبابه ما تطرق الیه تحریمه اوکراهیته۔ ومثاله الماء الذی یأخذ الانسان من المطر قبل ان یقع علی ملك احد۔ ویکون هو واقفا عند جمعه وأخذ من الهواء فی ملك نفسه او فی ارض مباحة"[2]

(یعنی حلال وہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے ان تمام صفات سے خالی ہو جو تحریم کا موجب ہوتی ہیں نیز ان تمام اسباب سے بھی مبرّا ہو جن کی وجہ سے تحریم اور کراہیت اس کی طرف راہ پاتی ہیں۔ اس کی سب سے اچھی مثال وہ پانی ہے جسے کوئی بارش سے حاصل کرے۔ بشرطیکہ وہ کسی اور کے ملک میں پڑنے سے قبل ہوا سے ہی اپنے ملک یا کسی ارض مباح میں کھڑے ہو کر اُسے لے)

صاحب دائرۃ المعارف حلال کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

هو ما اباحته الکتب والسنة لسبب جائز مباح۔ وفی الطریقة ما لابد فیه من العلم ولایکون فیه شبهة کأکل هدایا الملوك والسلاطین۔ وقد عرفه البعض بانه الذی قد انقطع عنه حق الغیر۔ والحلال ضد الحرام لغةً وشرعاً والحلال بین هو الظاهر غیر المنافی المنصوص الدینیة۔ وعند المسلمین هو ما نص اللہ تعالیٰ ورسوله او اجمع المسلمون علی تحلیله بعینه او جنسه ومنه ما لم یعلم فیه منع"[3]

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه [2] احیاء العلوم الدین ج ۲۔ ص ۸۲۷

[3] دائرۃ المعارف ج ۷، ص ۱۳۴۔

یعنی حلال وہ ہے جسے کتاب و سنت نے کسی جائز اور مباح سبب سے اس کو حلال قرار دیا ہو۔ نیز اس کی حلّت پر علم بھی حاصل ہو جائے۔ اور اس میں کسی قسم کا شبہ بھی نہ پایا جائے۔ جیسے بادشاہ اور سلاطین کے تحفے و تحائف ہوتے ہیں اور بعض کو بعض سے اس طور سے پہچانا جائے کہ اس سے دوسرے کا حق جدا کیا گیا ہو۔ اور حلال لغت و شریعت کے اعتبار سے حرام کی ضد ہے جو ظاہر اور باہر ہے۔ اور نصوص دینیہ سے کسی بھی صورت میں منافی نہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک حلال وہ ہے جس پر قرآن و سنّت کی نص وارد ہوئی ہو۔ یا جس کی بعینہٖ یا بجنسہٖ حلت پر سارے مسلمان متفق ہوں جن میں سے ایک بات یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے بارے میں منع نہیں آئی حلال ہے۔

القشانی نے بیان کیا ہے :-

اختلف فی تعریف الحلال فقیل ھو مالم یعرف انہ حرام ، وقیل ھو ما عرف اصلہ والاوّل ارفق بالناس لا سیما فی ھذا الزمان[1]

یعنی لوگوں نے حلال کی تعریف میں اختلاف کیا۔ کسی نے کہا حلال وہ ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ حرام ہے کسی نے کہا کہ حلال وہ ہے جس کی اصل معلوم ہو۔ پہلی تعریف زیادہ آسان ہے لوگوں کے واسطے اور خصوصاً موجودہ زمانے میں، اس سلسلے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ جن چیزوں کو قرآن و سنت نے ممنوع نہ کیا ہو وہ حلال ہیں جیسا کہ فقہا کا مشہور قول ہے

"الاباحۃ اصلٌ فی الاشیاء"[2] یعنی اباحت تمام اشیاء میں مسلمہ اصول ہے)

دوسرے الفاظ میں ہر چیز حلال ہے جب تک شریعت نے اسے ممنوع قرار نہ دیا ہو۔ بعض فقہا نے اس اصول سے اختلاف کیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ ہر چیز ممنوع ہے جب تک شریعت نے اسے مشروع قرار نہ دیا ہو۔ لیکن یہ اصول ناقابل عمل ہے اور قرآنی ہدایات کے بھی خلاف ہے۔[3]

قرآن حکیم کا اعلان ہے :-

" ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ثم استوٰی الی السماء فسوّٰھن سبع سمٰوٰت و ھو بکل شیئٍ علیم[4]

یعنی اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے پیدا کیا وہ سب کچھ جو زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف متوجہ

۱۔ بحوالہ مجلۃ الایمان - اپریل مئی ۱۹۶۶ء رباط [2] نور الانوار ص ۱۹۷ [3] بیسس آف شریعہ ص ۵۶۷

[4] سورۃ البقرہ آیت ۲۹

ہوا تو ٹھیک کیا ان کو سات آسمان اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

"الم تروا ان الله سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض و اسبغ علیکم نعمة ظاهرة و باطنة"[۲]

یعنی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کام لگائے تمہارے، جو کچھ ہیں آسمان اور زمین میں اور بھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی[۳]

قرآن حکیم کے ان ارشادات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہر چیز انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہے جس کا واضح مقصد یہی نظر آتا ہے کہ ہر چیز انسان استعمال کر سکتا ہے الا یہ کہ شریعت نے اسے ممنوع قرار دیا ہو۔

شریعت اسلامیہ نے اللہ تعالیٰ کے ان انعامات میں سے مشروع و ممنوع، حلال وحرام چیزوں کو صاف صاف بیان کیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ما احل الله فی کتابه فهو حلال، وما حرم فهو حرام. وما سکت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافیته فان الله لم یکن ینسیٔ شیئا. وتلا وما کان ربك نسیا.[۳]

یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) میں حلال قرار دیا وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت فرمایا تو وہ معاف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت قبول کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولتے نہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وما ربک نسیا الخ

۲۔ حرام | حرام بین وہ ہے جس پر نص وارد ہوئی ہو۔ یا جس کی حرمت پر اجماع واقع ہوا ہو[۴]۔ امام غزالی حرام کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

والحرام المحض هو ما فیه صفة محرمة لا یشك فیها کالشدة المطربة فی الخمر و النجاسة فی البول او حصل بسبب منهی عنه قطعا کالمحصل بالظلم و الربا و نظائره[۵]

یعنی حرام محض وہ ہے جس کے اندر حرام کرنے والی صفت ہو اور اس میں کسی شک اور ریب کی بھی گنجائش نہ ہو۔

---

[۱] سورہ لقمن آیت نمبر ۲۰ [۲] موضح القرآن [۳] الحاکم [۴] دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۱۳۴

[۵] احیاء العلوم الدین، کتاب الحلال والحرام ج ۲ ص ۸۲۸

جیسے کہ شراب میں مستی ہے اور بول میں نجاست ہے یا کوئی چیز جو کسی قطعی ممنوع سبب سے حاصل کی گئی ہو مثلاً محصولات ظلم و ربا وغیرہ۔

امام غزالیؒ اموال حرام کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

کوئی مال یا تو اپنی ذات کے اعتبار سے حرام ہوتا ہے۔ یا اس کے اکتساب میں خلل پڑ جانے کی وجہ سے یہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس قاعدے کے پیش نظر وہ جملہ اموال کی مندرجہ ذیل دو قسمیں بتاتے ہیں۔

پہلی قسم | ان اصول کی ہیں جن کی ذات میں کوئی ایسی صفت موجود ہو جس کی وجہ سے وہ حرام ہو چکی ہوں مثلاً خمر اور خنزیر وغیرہ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمین پر اشیائے ماکولات تین طرح کی ہیں۔ یا تو یہ معدنیات میں سے ہوں گی جیسے نمک وغیرہ یا نباتات اور حیوانات میں سے۔

جہاں تک معدنیات کا تعلق ہے یہ زمین کے اجزا ہیں اور یہ وہ چیز جو زمین سے نکلتی ہے ان میں سے کوئی بھی چیز حرام نہیں جب تک کہ اس کا کھانا مضر نہ ہو۔ جیسے بعض ایسی ہیں سے زہر کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

نباتات میں سے وہی چیزیں حرام ہیں جو عقل صحت اور حیات کو زائل کرنے والی ہیں۔

لیکن حیوانات کی تقسیم دو طرح کی گئی ہے ایک وہ حیوان ہیں جو کھائے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو کھائے نہیں جاتے۔ ان دونوں اقسام کی تفصیل کتاب الاطعمہ میں موجود ہے۔ جو حیوانات کھائے جانے والے ہیں وہ بھی تب حلال ہیں جب انہیں شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے۔ لیکن اگر شرعی طریقے سے انہیں ذبح نہ کیا جائے یا اپنی موت مر جائیں تو وہ بھی حرام ہیں۔ علاوہ ازیں کوئی بھی جانور حلال نہیں سوائے مچھلی اور ٹڈی کے۔

دوسری قسم | ان اموال کی ہیں جو بذاتہ ہیں لیکن جب ان کے اکتساب میں غیر شرعی اور منہی عنہ ذرائع استعمال کئے جائیں۔ تو یہی اموال حرام ہو جاتے ہیں۔ مثلاً معادن۔ مال فئی۔ غنیمت۔ زکوٰۃ۔ وقف و نفقہ۔ بیع و اجارہ ہبہ و وصیہ، صدقہ اور میراث سارے اموال بذاتہ حلال ہیں۔ لیکن ہر ایک کے حصول کے لئے شریعت اسلامیہ نے کچھ ضوابط دئے ہیں جن میں خلل پڑ جانے سے یہ سارے اموال حرام ہو جاتے ہیں۔[1]

(باقی)

---

[1] مذکورہ بالا بحث احیاء العلوم کے کتاب الحلال والحرام کے باب "اصناف الحلال ومداخلہ" کا خلاصہ ہے تفصیل کیلئے احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۸۱۷/۸۲۰

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ اپنا پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمائیے۔ (ادارہ)

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے

"لباس التقویٰ ذٰلک خیر"

گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

ضبط و ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہل حق

دودھ میں برکت کا وظیفہ ۱۹ اکتوبر ۸۰ء ۔ ایک صاحب نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ بھینس دودھ نہیں دے رہی۔ ارشاد فرمایا۔ مٹی کا ڈھیلا لے آؤ۔ وہ صاحب مٹی کا ڈھیلا لائے۔ حضرت مدظلہ نے مٹی کے ڈھیلے پر دم کرنے کے لئے پڑھنا شروع کیا تو سب حاضرین سے فرمایا کہ سب سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کریں پھر معوذتین اور ان من الحجارۃ تا عما تعملون ۔ سب حاضرین سے پڑھوائیں اور فرمایا کہ سب اس مٹی کے ڈھیلے پر دم کریں۔ احقر کو اس دوران یہ خیال رہا کہ حضرت مدظلہ جس طرح اپنے عام معمولات اور معاملات میں اپنے لئے کسی شخصی امتیاز کا اہتمام نہیں کرتے اسی طرح دم تعویذ میں بھی اپنے لئے کسی شخصی اور انفرادی امتیازات سے حتی الوسع اجتناب فرماتے ہیں۔ بلکہ شخصی امتیاز اور انفرادیت کی جہاں بھی کوئی ادنیٰ جھلک ابھرتی ہے آپ اپنے عمل و کردار اور حسن تدبیر سے اس کو دفن کر دیتے ہیں۔ ع

که دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

طلبا میں تعمیری کام کی ضرورت و اہمیت ۸ دسمبر ۸۰ء ۔ طالبان علوم نبوت کے لئے عموماً اور طلبائے دارالعلوم حقانیہ کے لئے خصوصاً تربیتی و اصلاحی تقریبات کے انعقاد اوران میں تحریری و تقریری صلاحیتیں اجاگر کرنے کے سلسلے میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اہم ہدایات اور تجاویز ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک مولانا عبدالحلیم صاحب دیروی مدرس دارالعلوم حقانیہ حاضر خدمت ہوئے۔

حضرت شیخ مدظلہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔ اچھا ہوا کہ مولانا بھی تشریف لے آئے ۔ طلبہ کے فکری، دینی اور اخلاقی و تربیتی پروگراموں میں مولانا کو بھی ساتھ لے لیں۔ اور مزید ارشاد فرمایا کہ۔

مایوس ہرگز نہیں ہونا چاہئے ۔ اور طلبہ میں مثبت اور تعمیری کام کرنا چاہئے ۔ پھر فرمایا کہ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ جب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک حدیث بیان فرمائی

اذا رایت شحاً[1] مطاعاً و ھوًی متبعاً و دنیاً مؤثرۃ و اعجاب کل ذی رای برایہ

---

[1] ھو اشد البخل وقیل البخل مع الحرص وقیل البخل فی افراد الامور و احادھا والشح عام وقیل البخل بالمال والشح بالمال والمعروف (حاشیہ ابو

فعلیک یعنی بنفسک ودع عنک العوام[1]

یعنی جب بخل اور کنجوسی مطاع اور متبوع ہو جائے لوگ انفاق فی سبیل اللہ پر بخل، ذخیرہ اندوزی اور زر پرستی کو ترجیح دینے لگیں خواہشات کی پیروی کی جانے لگے۔ نماز کا وقت ہو تو مسجد آنے کی بجائے بازار کو ترجیح دی جائے۔ معاملات اور عام کاروبار زندگی میں، دنیوی مفادات، دین کے تقاضوں پر مقدم ہو جائیں ہر شخص خود کو ذی رائے، عقل مند اور دانا سمجھنے لگے۔ اپنی رائے پر فخر و ناز کرے اور خود کو افلاطون زمانہ سمجھے، حق کو صرف اپنی ہی رائے میں منحصر سمجھے۔ تو ایسے حالات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو " فعلیک یعنی بنفسک ودع عنک العوام " کا لائحہ عمل دیا ہے۔ کہ انسان دوسرے کے پیچھے پڑنے، دوسروں کی اصلاح کرنے کی بجائے اپنی فکر کرے۔ جب ہم نے حضرت شیخ مدنیؒ سے یہ حدیث سنی تو خوش ہوئے۔ اور میں نے عرض کیا حضرت! اب تو بات، الحمدللہ مسئلہ آسان ہو گیا ہے۔ بظاہر یہ دور بھی وہی ہے جس کی حدیث میں نشاندہی کی گئی ہے اب ہم اپنے ذکر و فکر اور اپنی اصلاح کریں گے۔ دوسروں کے درپے نہ ہوں گے۔ حضرت شیخ مدنیؒ کو یہ بات ناگوار گذری چہرہ اقدس متغیر ہوا۔ اور جلال آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا۔

تمہاری یہ باتیں بے ہمتی اور پست حوصلگی کا پتہ دیتی ہیں اور اپنی پست ہمتی کو حدیث کی اوٹ میں چھپانا چاہتے ہو۔ ارشاد فرمایا۔

ابھی وہ زمانہ نہیں آیا جو اس حدیث کا مصداق قرار پاتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں دیکھو ہزاروں طلبہ موجود ہیں جو گھر بار چھوڑ کر، آرام و عشرت ترک کر کے، اللہ کی راہ میں جان، مال اور وقت خرچ کر رہے ہیں، سارا دن ادب سے بیٹھے ہماری باتیں سنتے ہیں۔ فرمایا آج کے دور میں بھی، خواص کے علاوہ الحمدللہ عوام بھی دین کی بات سنتے اور دینی مواعظ پر کان دھرتے ہیں۔ علماء اور ائمہ مساجد کے درسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ اور ان کے ارشادات سے مستفیض ہوتے ہیں شیخ مدنی نے آخر پر اپنے مخصوص محبوبانہ لہجہ میں ارشاد فرمایا۔

بے ہمت اور پست حوصلہ نہ ہو، جلد باز بھی نہ بنو خلق الانسان من عجل۔ دیکھو، دین کے ان مخلص شیدائیوں (طالبان علوم نبوت) میں کام کرو یہ مستقبل میں دینی اور مذہبی رہنما ہیں۔

تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔

حضرت شیخ مدنیؒ نے ہمیں مایوسی سے بچا لیا اور غلط اقدام کی نوبت نہ آئی۔ اور الحمدللہ اب بھی وہی صورت حال ہے۔ اس لئے محنت کرنی چاہئیے۔ دارالعلوم حقانیہ اور ملک کے دیگر بڑی جامعات میں جو سینکڑوں

---

[1] ابو داؤد کتاب الملاحم ص ۲۴۱

طلبہ موجود ہیں۔ ان کی اصلاح وتربیت کی فکر اساتذہ ہی نے کرنی ہے۔ آپ محنت کریں جب تلاش کرو گے تو ان پھٹے پرانے کپڑوں اور بوسیدہ لباس میں تنیر خفتہ آپ کو مل جائیں گے۔ آپ کام کریں۔ میں تو اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ معذور ہوں۔ میں آپ کی کامیابی کی دعائیں کرتا رہوں گا۔ خدا تعالیٰ آپ سب کا حامی اور ناصر ہو۔

بصارت میں برکت کا وظیفہ ۸ر جنوری ۱۹۸۵ء - ایک صاحب نے کمزوریِ نظر کی شکایت کی۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ " یا نور "، پڑھ کر ہاتھوں کی انگلیوں پر دم کرکے انہیں آنکھوں پہ پھیر لیا کریں علاوہ ازیں اکابر نے

۱- فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيد (ق ۲۲)

۲- اَللّٰهُ نورُ السمٰوٰت والارض تا وَاللهُ بكلِ شيءٍ عليم (نور ۳۴)

پڑھ کر آنکھوں پر دم کرنا ازدیادِ بصارت کے لئے مفید بتایا ہے۔

آفات ومصائب سے حفاظت کی ایک دعا ارشاد فرمایا۔ ۸ر جنوری ۱۹۸۵ء - حضرت عثمانؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ صبح اور شام تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرے تو اسے کسی قسم کی مضرت اور تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اور نہ وہ پریشان کن حادثات سے دوچار ہوگا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو وہ دعا یوں تلقین فرمائی۔

بِسْمِ اللهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ	اس اللہ کے نام سے جس کے مبارک نام سے زمین
شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَاءِ وَ	اور آسمان کی کوئی چیز ضرر اور تکلیف نہیں
هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ [1]	پہنچا سکتی وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے

یہ حدیث جب محدث ابانؒ نے اپنے حلقۂ تلامذہ میں بیان فرمائی تو دورانِ درس ان کے ایک شاگرد خاص نظر سے گھور گھور کر انہیں دیکھنے لگے۔ محدث ابان ان کے گھور کر دیکھنے کی وجہ سمجھ گئے۔ دراصل دیکھنے والے کے دل میں یہ اعتراض آگیا تھا کہ جب حضرت عثمانؓ سے آپ نے یہ حدیث اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد سن لیا تھا تو یقیناً آپ نے اسے اپنے روزانہ کا معمول و وظیفہ بنا لیا ہوگا تو پھر آپ پر فالج کا حملہ کیونکر ہوا۔ جب کہ حدیث میں یہ دعا کے پڑھنے والے کے لئے ہر مصیبت سے حفاظت کی ضمانت ہے۔ جبکہ محدث ابانؒ فالج زدہ تھے۔ محدث ابانؒ نے جواب میں فرمایا :-

---

[1] جامع السنن الترمذی، سنن ابی داؤد

کہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس میں جو وعدہ ہے وہ برحق ہے۔ میرے ساتھ یوں معاملہ پیش آیا کہ ایک روز کسی معاملہ کی وجہ سے میں غصہ میں تھا اور غصہ مجھ پر اتنا غالب تھا کہ میں یہ دعا پڑھنا بھول گیا۔ اسی روز اس فالج کا حملہ ہوگیا۔ دراصل یہ تقدیر کا فیصلہ تھا۔ چونکہ اللہ کی طرف سے مجھ پر فالج کا حملہ ہونا مقرر تھا اس لئے اس دعا کا پڑھنا بھلا دیا گیا۔

ایک علمی مذاکرہ ۱۵ر جنوری ۱۹۸۵ء۔ قدیم دارالعلوم حقانیہ (مسجد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ)

حقائق السنن اور بعض دوسرے اہم مسودات حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سماعت فرما رہے تھے کہ اچانک کراچی کے حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب تشریف لائے۔ سعودی عرب سے مہمان جناب عبدالحنان صاحب اور بعض دوسرے رفقاء بھی ان کے ہمراہ تھے جناب عبدالحنان صاحب وہی خوش نصیب ہیں جن کی مساعی اور وساطت سے حجر اسود سے خطوط کا پریشان کن مسئلہ حل ہوا۔

شیخ الحدیث مدظلہ نے قاضی صاحب سے فرمایا۔

آپ ماشاء اللہ باہمت ہیں دینی اور ملی مسائل میں بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ آپ کے حالیہ دینی "دینی پیغام" سے بھی مسرت ہوئی۔ اللہ پاک اجر عظیم سے نوازے۔ میں اولاً تو بے ہمت ہوں ثانیاً ضعف اور پیرانہ سالی ہے دماغ، اعضاء، اور جوارح اپنی طبعی عمر کو پہنچ چکے ہیں۔ بینائی کمزور ہے اور پاؤں بھی ساتھ نہیں دیتے۔

حضرت قاضی صاحب نے عرض کیا۔ حضرت! آپ کا محض وجود بھی بہت بڑی غنیمت اور بے پناہ خیر و برکت کا باعث ہے۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب مالبثوا فی العذاب المھین۔ ترجمہ:۔ پھر جب وہ گر پڑا معلوم کیا جنوں نے کہ اگر خبر رکھتے ہوتے غیب کی تو نہ رہتے ذلت کی تکلیف میں۔* کی تفسیر کے دوران فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات اللہ والوں کی بے جان نعش اتنے اہم کام کر جاتی ہے جو زندوں میں ہزار کوشش سے بھی انجام نہیں پاتے۔

---

* حضرت عثمانیؒ لکھتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے ہاتھ سے مسجد بیت المقدس کی تجدید کرا رہے تھے جب معلوم کیا کہ میری موت آپہنچی ہے تو جنوں کو نقشہ بتا کر آپ ایک شیشہ کے مکان میں دربند کرکے عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کر لی۔ اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی۔ کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہوا۔ وفات کے بعد مدت تک جن بدستور تعمیر کرتے رہے جب تعمیر پوری ہوگئی تو جس عصا پر ٹیک لگا رہے تھے گھن کے کھانے سے گرا تب سب کو وفات کا حال معلوم ہوا۔ (ع ق ح)

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا، یہ آپ کا حسن ظن ہے اللہ تعالیٰ اس کا اہل بنائے۔

صحت کی کمزوری، عوارض اور امراض کے ہجوم کی وجہ سے جو درس و تدریس اور دینی خدمات کے مواقع کم ونے جا رہے ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناشکری کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ نے جو عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں ن کا کما حقہ شکر کب ادا ہو سکتا ہے۔ کہاں ہم گناہ گار اور کہاں اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم نعمتیں، مسجد و مدرسہ کی پر کیف ایمانی اور روحانی زندگی، بخاری اور ترمذی کی احادیث پڑھنے اور پڑھانے کی عظیم نعمت اس پر مستزاد' ہر حال اب تو اللہ سے یہی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ناشکری معاف فرمائے۔

مجلس جاری تھی حضرت قاضی صاحب موصوف، بعض مہمان فضلاء دارالعلوم کے ایک دو اساتذہ، طلبہ اور حاضرین ہمہ تن گوش تھے۔ اسی سلسلۂ کلام میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں اکابر اساتذہ کا اجتماع ہوا۔ مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ ہر سال .ورۂ حدیث میں بعض ایسے طلبہ کو بھی داخلہ مل جاتا ہے جو ضابطہ اور بظاہر تعلیمی معیار کے لحاظ سے اس کے اہل نہیں ہوتے لہٰذا داخلہ کے ایام میں ضابطہ کی پابندی اور داخلے کا امتحان لیتے وقت قدرے سختی ضرور ہونی چاہئے تاکہ ایسے طلبہ کو داخلہ مل سکے جو واقعۃً اس کے اہل اور مستحق ہوں۔ اس موضوع پر جب تمام اکابر علماء اور اساتذہ نے سیر حاصل بحث کی تو آخر میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے جو اس اجلاس میں تشریف فرما تھے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :۔

اس گئے گذرے دور میں بھی جب ایک طالب علم قانونی ضابطہ کے مطابق موقوف علیہ تک نصاب کی کتابیں پڑھ لیتا ہے اس کے بعد وہ بخاری، ترمذی اور صحاح ستہ کی کتب حدیث پڑھنے کے لئے دورۂ حدیث کے سال دور دراز کی مسافت طے کر کے یہاں آنے کی مشقت اٹھاتا ہے۔ اخراجات برداشت کرتا ہے اور سارے دن درس حدیث میں حاضر رہنے، دوزانو بیٹھے رہنے کی تکلیف اٹھاتا ہے، یہ بھی اس کا بہت بڑا امتحان، داخلہ کا انٹرویو اور ایک قسم امتحان کی سختی ہے جو بہت بڑی غنیمت ہے۔ ایسے ہی طلبہ اور شائقین و مخلصین کے لئے دارالعلوم دیوبند کھولا گیا ہے۔ آخر یہاں امام احمد بن حنبل۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے تو داخلہ نہیں لینا اور اس دور میں انہیں لاؤ گے کہاں سے۔ اس پر شکر کرنا چاہئے کہ آج حدیث پڑھنے کے لئے طلبہ تو مل جاتے ہیں۔

جہاد افغانستان | ۱۵ جنوری ۸۵ء۔ افغان مجاہدین کا ایک بہت بڑا قافلہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ۸۰ سے زائد افراد کی اس جماعت کی قیادت مولانا صدیق اللہ صاحب کر رہے تھے جناب سید رسول معاون۔ جناب اعلیٰ محمد شاہ کمانداں۔ جناب عبدالبصیر صاحب امیر بھی ان کے ہمراہ تھے۔ قافلہ کے شرکاء چونکہ کل محاذ جنگ پر روانگی کا تہیہ کر چکے تھے اس لئے صبح سویرے جناب محمد جان صاحب کے واسطے

سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان سے دعا لینے کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ عصر کی نماز حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ہمراہ پڑھی۔

قائد وفد نے جہاد میں کامیابی اور میدانِ کارزار میں پڑھے جانے والے مسنون وظائف اور اذکار کی اجازت چاہی تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے آج بھی سب کو وہی وظیفہ بتایا جو ہمیشہ کا معمول ہے اور الحق میں شائع ہوتا رہا ہے۔ البتہ ایک مزید چیز کا اضافہ فرمایا وہی قارئین کے پیش خدمت ہے۔

ارشاد فرمایا۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنے درس میں طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جنگ شروع ہونے اور جہاد کی ابتدا میں یہ دعا پڑھا کرو۔ ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل اور مسجد قبا (سعودی عرب) کے سابق امام جناب مولانا نصر اللہ ترکستانی نے عرض کیا۔ حضرت صحیح ہے میں نے حضرت لاہوریؒ سے یوں ہی سنا تھا۔ یہ میری زمانۂ طالب علمی کے درجہ موقوف علیہ کا سال تھا۔ اسی سال جب میں نے آپ سے دورۂ تفسیر کرنے کے لئے مشورہ لیا تو آپ نے حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کی رہنمائی فرمائی تھی۔ اور آپ نے ان کے نام میرے داخلے کا سفارشی خط بھی عنایت فرمایا تھا۔ خط پر آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا تھا "طالب دعا عبدالحق"۔ جب حضرت لاہوریؒ کی ان الفاظ پر نظر پڑی تو بے ساختہ پکار اٹھے۔ "مولانا عبدالحق صاحب سے عرض کر دیجئے گا کہ طالب دعا تو میں ہوں۔ طالب دعا تو میں ہوں۔ طالب دعا تو میں ہوں" بار بار ان کلمات کو وجد کے انداز میں دہراتے رہے۔

افغان مجاہدین کا تذکرہ ہو رہا تھا حضرت شیخ الحدیث نے ارشاد فرمایا۔

جس مجلس میں مجاہدین کا ذکر خیر ہوتا ہو تو وہ مجلس بھی مبارک ہے ایسی مجالس پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انوار تجلیات اور برکات نازل ہوتے ہیں۔ یہ سب مجاہدین کے مخلصانہ عمل جہاد کی عزت افزائی ہے۔ مجاہدین جب شہید ہوتے ہیں تو ان کی روحیں جنت کی حوروں کی گود میں ہوتی ہیں۔ شہداء عذاب قبر، جہنم کی گرمی اور شدت ہول سے محفوظ ہوتے ہیں۔ بغیر محاسبہ کے جنت میں داخل ہوتے ہیں۔

جی چاہتا ہے کہ اپنا سب کچھ، اولاد اور جان تک مجاہدین پر قربان کر دوں۔

پھر مجلس کے اختتام پر وجد آفرین اور والہانہ انداز میں افغانستان کی آزادی اور مجاہدین کی کامیابی کے لئے طویل دعا فرمائی۔

جب مجاہدین کا یہ قافلہ رخصت ہونے لگا تو حضرت نے فرداً فرداً سب کو اپنے دستِ مبارک سے رقم عنایت فرماتے رہے اور فرمایا ہمارا یہ حقیر نذرانہ بھی قبول کرتے چلنے ۔

ماہنامہ طیب - دیوبند

ہمارے میاں اصغر حسین — اور — مولانا عُزیر گل مدظلہ اسیر مالٹا

دیوبند کے مشہور عالم و بزرگ حضرت میاں اصغر حسین صاحب اور مشہور مجاہد مولانا عُزیر گل صاحب اسیر مالٹا دونوں حضرت مولانا محمود الحسن قدس سرہ کے شاگرد آپس میں بہت بے تکلف تھے۔ حضرت میاں صاحب عامل بھی تھے۔ اور عام طور پر مشہور تھا کہ جنات اُن کے زیر اثر ہیں۔ مولانا عزیر گل بفضلہ بقید حیات ہیں تقریباً ۴۰ سال پہلے ان کی زیارت ہوئی۔ اس کے بعد ملاقات کا موقعہ نہیں ملا۔

مولانا عزیر گل نے کسی دن حضرت میاں صاحب سے بے تکلفانہ انداز میں فرمایا کہ تم بڑے بزرگ بنے پھرتے ہو ہم تو جب جانیں کہ تم ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادو۔

سردی کا موسم، رات کا وقت تھا۔ میاں صاحب نے مولانا عزیر گل کو کھانا کھلانے میں کافی تاخیر کی پھر نماز عشاء اور چاء وغیرہ میں لگائے رکھا۔ دیوبند میں اس زمانہ میں آبادی بہت کم۔ سڑکیں خراب اور بجلی کی روشنی بالکل نہیں تھی۔ رات کے ۱۰، ۱۱ بجے کا عمل ہوگیا۔ تو حضرت میاں صاحب نے مولانا سے کہا۔ کہ مولانا اب اس اندھیرے میں آپ کہاں جائیں گے۔ آپ کا مکان بہت دور ہے۔ سڑکیں صاف نہیں، بس اب یہاں ہی آرام کیجئے۔ مولانا مان گئے۔ حضرت میاں صاحب نے اپنے پلنگ اور بستر پر مولانا عزیر گل کو لٹا دیا۔

صبح سویرے مولانا عزیر گل نے فرمایا کہ رات ۱۱ دفعہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ جس کروٹ لیٹتا تھا اسی کروٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے فیض یاب ہوتا تھا۔

ہماری نوجوان نسلوں کو جاننا چاہیئے کہ مرکز علمی دیوبند کی بنیادوں میں بزرگان ملت کے ایسے مجاہدات شاقہ، کرامات واضحہ اور تقرب الی اللہ کے زر و جواہرات پڑے ہیں۔ ایک وہ ہمارے بڑے تھے اور ایک ہم ان کے چھوٹے ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

کیپٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی پروکیورمنٹس ڈائریکٹوریٹ

ٹنڈر نوٹس

نمبر سی ڈی اے / ڈی سی پی ۶۲۲۹ / ڈی ایم ایس / پی - I

ایف او بی کی بنیاد پر ایکسرے ایکویپمنٹ کی فراہمی کے لئے سربمہر ٹنڈر مطلوب ہیں۔ رقم ڈی سی پی / سکاپ کموڈٹی ایکس چینج سے مہیا کی جائے گی۔ مکمل تصریحات اور شرائط وضوابط کی حامل ٹنڈر دستاویزات مبلغ -/۵۰۰ روپے (ناقابل واپسی) برائے فی سیٹ۔ ڈائریکٹوریٹ آف پروکیورمنٹس سی ڈی اے بلاک نمبر پی / ۵ ستارہ مارکیٹ جی ۷/۲، اسلام آباد سے یا لیزان آفیسر سی ڈی اے کمرہ نمبر ۱ - چوتھی منزل حبیب بینک بلڈنگ کارنر ایم اے جناح / عبداللہ ہارون روڈ کراچی سے حاصل کریں۔ ٹنڈر ۵ مارچ ۱۹۸۵ کو دن کے گیارہ بجے تک وصول کئے جائیں گے اور اسی دن ۱/۲ ۱۱ بجے عوام کے سامنے کھولے جائیں گے۔ ٹنڈر دہندگان کو اپنی پیش کشوں کے ساتھ غیرملکی سپلائرز کے پروفارما انوائس منسلک کرنا ہوں گے۔ ورنہ ان کی پیش کشوں کو زیرغور نہیں لایا جائے گا۔

کرنل محبوب عالم ملک (ریٹائرڈ)
ڈائریکٹر پروکیورمنٹس

فون نمبر ۸۲۳۴۵۴

PID (I) 3200/1

محمود الازہار۔ ندوی

اہلِ کلیسا کی اسلام اور انسانیت دشمنی

انگلش چرچ آف یوگنڈا کی علاقائی کمیٹی کی جنرل اسمبلی نے ملک میں راسخ اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی کشیدگی پر اظہار افسوس کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ملک میں بعض جرم اہل کلیسا کے ہاتھوں سرزد ہوئے ہیں۔ اس مجلس نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ہم بڑے افسوس اور شرمندگی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ بہت سے قتل، چوری اور اجتماعی جرم ہمارے چرچ کے افراد سے سرزد ہوئے۔ اس میں مزید کہا گیا ہے کہ ہم اپنے مقاصد کو سفراء (مبلغ) کی حیثیت سے پورے نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہمارے قدم برائی میں ڈوبے ہوتے ہیں[1]

عیسائی عقیدہ کے مطابق تمام گناہوں کا کفارہ یسوع مسیح نے اپنی جان دے کر دے دیا ہے اس کو اساس بنا کر رہنمایانِ عیسائیت قتل و غارت گری، شرافت سے گرے ہوئے اعمال معاشرہ کے لئے تباہی اور بربادی، زندگی کے لئے موت کا پیغام دینے والے اعمال اور انسانیت کے خلاف ایسے گھناؤنے جرم کرتے ہیں جن سے انسانیت کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے اور یہ سوچنا پڑتا ہے کہ کیا اس عقیدہ کے انسانوں سے دنیائے انسانیت کو کچھ بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

مذکورہ جرائم کے مرتکب وہ لوگ ہوئے ہیں جنہیں ذرائع ابلاغ کے ذریعہ انسانیت نوازی، انسانیت کے بہی خواہ انسانوں کے نجات دہندہ اور ہر ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے والے اور ظلم کا ہاتھ روکنے والے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ اپنی ندامت و افسوس کا اظہار کر کے دنیا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ کہ دنیا انہیں انسانیت نوازہی تسلیم کرے انہیں درندوں اور بھیڑیوں کی صف میں نہ شامل کرے۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ یوگنڈا پر تنزانیہ کی فوجوں نے ۱۹۷۹ء میں قبضہ کر لیا تھا۔ اور وہاں کے سربراہ عیدی امین اور مسلم عوام کو ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اسلامی تنظیموں نے اپنے مراکز بند کر دئے۔ اور مسلم مبلغین دوسرے ملکوں میں منتقل ہو گئے۔ اور جو بچ گئے وہ آئے دن تنزانیہ اور یوگنڈا کی فوجوں کے ظلم و غارت گری کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان مہاجرین سوڈان میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

---

[1] بحوالہ "الاخبار" کویت ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ

اصحاب کلیسا کی جانب سے اس قسم کے واقعات کا سرزد ہونا کوئی نیا واقعہ نہیں ہے۔ یہ تو اس تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے جو انہیں کلیسا کی جانب سے دی جاتی ہے۔ اور جب یہ تربیت یافتہ مبلغین مسلم آبادی پر قبضہ کرتے ہیں تو وہ ظلم و بربریت میں ان تمام حدود کو پار کر جاتے ہیں جن کا تصور بھی مشکل ہے۔

تاریخ اسلام کے پورے دور میں آپ دیکھیں گے کہ عیسائیوں نے اپنے ماتحت مسلم آبادی کے ساتھ جو سلوک کئے وہ کتب تاریخ میں محفوظ ہیں ان کی داستان قتل و غارت گری کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عیسائی مذہب کے تحفظ کے نام پر لڑی جانے والی صلیبی جنگیں بہیمیت و درندگی کا آخری نمونہ پیش کرتی ہیں۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں عیسائی دنیا اسی درندگی کا جیتا جاگتا نقشہ پیش کرتی ہے کلیسا جس چیز کی تبلیغ کرتا ہے اور جو مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس کے لئے انسانیت کشی اور غارت گری سے ذرا بھی دریغ نہیں کرتا۔ خاص طور سے جن ممالک کے سربراہوں کا تعلق براہ راست کلیسا سے تھا۔ اور وہاں مسلم آبادی تھی اگر مسلمان اکثریت میں ہوئے تو انہیں تعلیمی طور پر پسماندہ کیا گیا۔ سرکاری عہدوں سے محروم رکھا گیا اور جب کوئی موقع ملا تو انہیں قتل کیا گیا۔ ایتھوپیا کے ہی مسئلے کو لے لیجئے یہاں کے سربراہ ہیل سلاسی نے کسی طرح اریٹیریا پر قبضہ کیا اور مسلم اکثریتی آبادی پر مظالم ڈھائے۔ سیاسی، معاشی اور اجتماعی طور پر ان کو کس طرح پسماندہ کیا گیا جائیدادیں ضبط کی گئیں انہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا حتیٰ کہ وہ سوڈان میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ مگر متمدن دنیا کے دعویدار اس کے لئے ایک حرف زبان پر نہ لا سکے۔ کیونکہ اسے کلیسا کی حمایت حاصل تھی۔ اور وہ ہیل سلاسی کی پشت پناہی پر تھا۔

جزیرہ قبرص کو لیجئے یہ جزیرہ جب خلافت عثمانی کے قلمرو میں شامل ہوا تو ترکی کے سلطان سلیم دوم نے یونانی کلیسا کو بحال کیا۔ لیکن جب اس جزیرہ کی زمام کار آرچ بشپ مکاریوس کے ہاتھ میں آئی تو اقلیتی طبقہ کو کبھی امن و چین نصیب نہ ہو سکا۔ وقفہ وقفہ کے بعد ان کے اور عیسائیوں کے مابین فرقہ وارانہ فسادات ہوتے رہے۔ عیسائی جنگ جوؤں کے ہاتھوں مسلمان آبادیوں پر بدترین مظالم کئے گئے۔ ان فسادات میں ۱۰۳ مواضعات خالی کرا لئے گئے ہزاروں قبرصی ترکوں کو شہید کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی جان و مال و جائداد اور مذہب و عقیدے سے متعلق اداروں پر مسلح حملے شروع کر دئے گئے۔ گھروں میں گھس گھس کر عورتوں اور بچوں کو بلا استثنا موت کی نیند سلا دیا گیا۔ کارخانوں اور دکانوں میں کام کرنے والے حتیٰ کہ ہسپتالوں کے مسلمان عملے اور زیر علاج مریضوں کو بے دریغ قتل کر دیا گیا۔ پورے جزیرہ میں دو سو چوہتر مسجدوں میں سے ایک سو ستر مسجدوں کو اس طرح ختم کیا گیا کہ ان کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔

یہ سب اس لئے ہوتا رہا کہ مکاریوس کو عیسائیت اور کلیسا کی حمایت حاصل تھی۔ اور خاص طور سے کلیسا اب نے کو اس بات کا ذمہ دار تصور کرتا ہے کہ وہ ان ملکوں میں جہاں مسلم اکثریت ہے وہاں سازش کرے اور بیرونی طاقتوں

کی مدد سے عیسائیوں کو سرکاری عہدوں پر فائز کرائے اور مسلمانوں کے خلاف خون آشام دور کا آغاز کرے اور اپنے مقصد کو ظلم و غارت گری سے حاصل کرے۔

زنجبار کو لیجئے ان کا پڑوسی ملک ٹانگانیکا ۱۹۶۱ء میں آزاد ہوا۔ اور زنجبار کو ۱۹۶۳ء میں آزادی ملی مگر آزادی کے ایک ہفتہ کے اندر ٹانگانیکا کا متعصب اور اسلام دشمن صدر جولیس نیریرے نے اپنی فوج بھیج کر زنجبار پر قبضہ کر لیا ستر ہزار مسلمانوں کو شہید کر ڈالا اور بچے کھچے مسلمانوں کو تعلیمی طور پر پسماندہ کر دیا گیا۔ اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ تنزانیہ میں پرائمری سکولوں میں مسلمانوں کا اوسط ۸۰ فیصد کے قریب ہے لیکن سیکنڈری سکول میں تعلیم کا اوسط ۱۵، ۲۰ فیصد رہ جاتا ہے۔ اور یونیورسٹی کی تعلیم میں صرف ۵ فیصد ہے۔ تعلیم کا نظام عیسائی مشنریوں کے ہاتھ میں ہے اور اکثر داخلہ اس شرط پر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کر کے عیسائی مذہب میں داخل ہو جائیں انہیں معاشی اعتبار سے بھی دانستہ طور پر پست رکھا جاتا ہے۔

مصر کو لیجئے وہاں پاپا شنودہ جو عیسائیوں کے سربراہ ہیں انہی کے اشارے پر صدر سادات کے دور میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان فرقہ وارانہ فسادات ہوئے تھے اور مسلم جماعتوں پر قید و بند کی مصیبت ٹوٹ پڑی۔ مگر پاپا شنودہ آزاد رہے کیونکہ ان کی پشت پر متمدن دنیا کے متمدن لوگ تھے۔ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی تھی وہ آئے دن مسلمانوں کے خلاف سازش کرتے رہے۔ سوڈان کے عیسائی، ملک میں نفاذِ شریعت کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں اور سرکاری نصاب میں عیسائیت کے موضوع پر جو کتابیں داخل تھیں اور جدید اصلاحات کے نتیجہ میں خارج کر دی گئی تھیں کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔

یوگنڈا کو لیجئے اس کے ساتھ عیسائیوں نے اور خاص طور سے کلیسا نے کیا سلوک کیا یوگنڈا پر برطانیہ نے غلبہ حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کے بارے میں جو پالیسی بنائی تھی وہ خود اس کے اپنے سرکاری الفاظ میں یہ تھی "مسلمان ہمارے مخالف اور ناقابل اعتماد ہیں۔ مسلمانوں کو بتدریج سرکاری ملازمتوں سے علیحدہ کیا گیا عیسائیوں کو بڑھایا گیا عیسائی مشنریوں کو بڑی بڑی جاگیریں دی گئیں مسلمانوں کو ایسے عطیات سے محروم رکھا گیا برطانوی حکومت کی جانب سے جن قبائلی سرداروں کو تسلیم کیا گیا ان میں صرف دو مسلمان تھے باقی تمام عیسائی۔ عیسائی اقلیت میں تھے تاہم تعلیم کا محکمہ بھی عیسائیوں کے ہاتھوں میں دیدیا گیا انہوں نے مسلمانوں کو اس طرح پیچھے رکھا کہ ۱۹۶۲ء میں جب یوگنڈا کو آزادی ملی تو صرف ایک مسلمان گریجویٹ تھا

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ اصحاب کلیسا کے ہاتھ میں براہ راست یا بالواسطہ طاقت و قوت اور زمام کار کا آنا انسانیت کشی کے مرادف ہے وہ انفرادی جرم کر سکتے ہیں ہر شر کی نمائندگی و قیادت کر سکتے ہیں انسانیت کشی کر سکتے ہیں ان سارے مظالم و سفاکیوں کے باوجود وہ انسانیت نواز اور انسانیت کے غمخوار رہیں گے انسانیت کے ہمدرد رہیں گے۔ ان کی تہذیب قابل تقلید و نمونہ ہے انکا اعتراف جرم ہی قابل ستائش رہیگا مگر قابل تادیب نہیں۔ عیسائی دنیا وہ دنیا ہے جہاں مجرم ہیرو بن جاتا ہے جھوٹ اور افترا حقیقت بنجاتی ہے اور مجرم کو پشت پناہی حاصل ہو جاتی ہے جو تمام بین الاقوامی قوانین و مذہب کی تعلیمات کے

Adarts SUA-4/84

مولانا شمس تبریز خاں
رفیق مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

تاریخ اسلام میں شیعیت و باطنیت کا منفی کردار

تشیع پر کسی بھی زاویے سے نظر ڈالئے تو اسلام کے بالمقابل اور متوازی (PARALLEL) ایک مستقل مذہب و تہذیب محسوس ہوتا ہے۔ اور اس کا مقصد ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں جمہور امت اور راہ سنت سے علیحدگی و انحراف معلوم ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان عقائد اور علم و عمل کے لحاظ سے اختلاف کی خلیج اتنی وسیع اور عمیق ہے جس کو اصولی و بنیادی تبدیلیوں کے بغیر پاٹا نہیں جا سکتا۔

عقائد و مقاصد کے گہرے اختلافات ہی کی وجہ سے اسلام اور تشیع حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور سے اب تک ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں۔ اور یہ معرکہ آرائی و صف بندی اسلام کو مکمل طور پر اپنائے بغیر نہیں ختم ہو سکتی۔ سنی مورخین تشیع کا سلسلہ عبداللہ بن سبا سے ملاتے ہیں جس کا آسانی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر تشیع کے مزاج و منہاج کو دیکھتے ہوئے اس کا سلسلہ نسب نفاق و منافقین سے قائم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح نفاق کی بہت سی شکلیں ہیں اسی طرح شیعیت و باطنیت کے بھی بہت سے چہرے اور صورتیں ہیں۔

شیعیت و باطنیت کے گوناگون اصول و مقاصد

تاریخ اسلام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں کے اکثر فرقوں کے اصول و مقاصد اسلام دشمنی پر مبنی ہیں اور انہوں نے تاریخ میں جمہور امت سے نہ صرف علیحدگی بلکہ ان کی بیخ کنی، ان کے خلاف سازش اور ان کے دشمنوں سے دوستی کا عمل جاری رکھا ہے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے تمام امکانی ذرائع اپنائے ہیں۔ تقیہ اور اخفاء و رازداری چونکہ ان کے اصول دین میں ہے۔ اس لئے اپنے عقائد و مقاصد کی کبھی کھل کر وضاحت نہیں کی جس کی وجہ سے اہلسنت ان کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکے۔ اور جس کے نتیجے میں وہ شجر ملّت کو گھن کی طرح کھوکھلا کرتے رہے اور کاروان امت کی پیش قدمیوں کی راہ میں برابر رکاوٹ بنے رہے۔ انہی منافقین کے لئے (جو اپنے عمل سے

امت کو کمزور کرتے رہتے ہیں۔ اور گھر کے بھیدی بن کر بدخواہی کا رویہ اپناتے ہیں) اور مسلمانوں کی صفوں میں رہ کر ان میں انتشار پیدا کرتے رہتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔

لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا
أَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ
(توبۃ ۴۷)

اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تم میں فساد ہی کا اضافہ کرتے اور تمہارے درمیان دوڑے پھرتے تمہارے لئے فتنے کے ارادے سے

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ
مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ
عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ
عَلِيمٌ (توبۃ ۹۸)

اور دیہاتیوں میں بعض وہ ہیں کہ جو وہ خرچ کرتے ہیں اسے جرمانہ سمجھتے ہیں اور تم لوگوں کے لئے گردش زمانہ کے منتظر رہتے ہیں برا وقت تو انہیں پر پڑنے والا ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

شیعیت یا باطنیت کے مقاصد کبھی واضح اور متعین نہیں رہے لیکن اسلام دشمنی اور مسلم کشی اس کے تمام فرقوں میں قدرِ مشترک کے طور پر قائم رہی اور اپنے تاریخی سفر میں اس نے ہر اس عقیدے اور عمل کو اپنا لیا جو جمہور امت اور مسلک اہلسنت کے خلاف پڑتا ہو اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا۔ جنگ جمل و جنگ صفین میں اسی جماعت نے مسلمانوں کے دو گروہوں کو لڑایا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتی اور انہیں خانہ جنگی پر اکساتی رہی۔

اس مقصد کے لئے انہوں نے حب علیؓ و محبت اہلبیت کا دعوٰی کیا مگر ان کے دلوں میں دراصل "بغض معاویہؓ" اور اہلسنت کی مخالفت و عداوت کا جذبہ موجزن تھا۔ انہوں نے 'اہل بیت' کے مفہوم کو محدود کر کے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں اور ازواج مطہرات رضؓ کو خارج قرار دیا، اور بجائے ان کی پیروی کے ان کا نام اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ اور 'خلافت' کی جگہ 'امامت' کی اصطلاح اپنائی اور تبرّا کو اپنا اصول بنایا۔ اس کے لئے انہوں نے دوسرا بڑا حربہ "باطنیت" کا اپنایا۔ جس کے اسلام کے معنی و مفہوم اور مقصد و نصب العین کو برباد کرنے کا ایک سوچا سمجھا، دور رس اور دبیز پا منصوبہ تیار کیا گیا۔ اور کہا جانے لگا کہ قرآن کی ہر آیت کا ایک باطنی مفہوم ہے جسے ائمہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ اور انسان باطنی ترقی کے ذریعے اس مقام تک جا پہنچتا ہے جہاں شریعت بے معنی ہو جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ اہل تشیع نے اپنے کو خواص مومنین اور دوسروں کو عوام و جمہور کے خانوں میں بانٹا اور دعوٰی کیا اور کہ قرآن کی تاویل اصل ہے۔ جو ہمارے حصے میں آئی ہے اور قرآن کا متن و تنزیل عوام کے ہاتھ میں ہے۔

اسماعیلی داعی حکیم ناصر خسرو (۳۹۴ - ۴۸۱ھ) کہتا ہے ؎

از پیمبر کہ بدین ضع و را گفت

تاویل بہ دانا دہ و تنزیل بہ غوغا[1]

بہر حال باطنیت کا مقصد علم و عمل کے ہر محاذ پر جمہور سے اختلاف اور مخالفت تھی تاویل کا دروازہ کھول کر اس نے اسلامی عقائد و نظامِ حیات اور اقدار کو تہ و بالا کرنے کی سعی کی۔ اور خوب کو ناخوب۔ اور حرام کو حلال کر دکھایا۔ اسلامی فکر میں عقلیت و اعتزال یونانیت و عجمیت کی ہمت افزائی کی اور وحی الٰہی کی جگہ عقل اور اقوال اکابر کو اہمیت دی۔ اس طرح دین کے سیدھے راستے کو چھوڑ کر چند مفروضات و روایات کے پیچھے چل پڑی اور قیامت تک کے لئے دین میں تحریف و انحراف کا دروازہ کھول دیا۔

سیاسی و معاشرتی محاذ پر باطنیت نے اسلام کو بڑا اور ناقابل معافی و تلافی نقصان پہنچایا۔ ابتدائے اسلام میں عباسیوں کی حمایت کے پردے میں عجمیت اور شعوبیت نے عربیت کو شکست دی۔ یہ سلامیت کا دوسرا نام تھی۔ پھر خلافت عباسیہ کے خلاف بغاوتوں کی ہمت افزائی کرتی رہی جس کے نتیجے میں متعدد شیعی حکومتیں قائم ہو گئیں جو خلافت عباسیہ کے لئے دردِ سر بنی رہیں اور مسلمانوں کے متحدہ محاذ کو سبوتاژ کرتی رہیں۔ اس طرح ہم نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ ایران کا آریائی مزاج اور عجمی عصبیت، اسلام اور اس کی سیاسی طاقتوں سے برابر نبرد آزما رہی اور اس نے دنیا کے سیاسی نقشے سے اسلامی اثرات کو محو کرنے کا شرمناک راستہ اپنایا جس کے نتیجے میں پہلے خلافت عباسیہ پھر خلافت عثمانیہ اور آخر میں ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

ہوا پرستی بجائے خدا پرستی | اسلام نام ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی کامل اطاعت و اتباع کا اس کے سوا جو راستے اپنائے جائیں گے وہ سب نفس کی اطاعت اور ہوا پرستی میں شمار ہوں گے خواہ اسے کسی خلیفہ و امام معصوم کی پیروی کا نام دیا جائے یا اسلام کی روح اور ایمان کی جان قرار دیا جائے اور اپنی خواہش نفس کو عقل و حکمت، تقیہ، مصلحت، باطنیت و روحانیت، قرآن کے مغز و باطن کی پیروی اور اہلبیت کے اتباع کا نام دیا جائے۔ قرآن نے جگہ جگہ اس اتباع ہوا اور اپنے مزعومہ و مفروضہ راستے پر چلنے کو گمراہی سے تعبیر کیا ہے۔

ہوا پرستی نے اسلام کی تاریخ میں بہت سے بھیس بدلے۔ اور بہروپ بھرے ہیں اور عوام کو فریب دینے اور اپنے محدود مفادات کے حصول کے لئے اسے تشیع و باطنیت، اور معقولیت پسندی اور باطن

---

[1] سفرنامہ ناصر خسرو ص ۲۲۴ (دہلی ۱۹۴۱ء)

پرستی کا نام دیا ہے اور حد درجہ جسارت و ذہانت سے کام لے کر قرآن کی ایسی تاویل کی جس سے وہ ربانی ہدایت کے عالمی صحیفے کے بجائے باطنیت کا قصیدہ اور رمز آشنا نظر آنے لگا، اور اس کے پیغام کی اصلیت و حقیقت فوت اور اس کا مقصد و منشا خبط و مفقود ہو کر رہ گیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی نے باطنیت و تشیع کے اس مہلک تاویلی رویے کی نشاندہی کرتے ہوئے بالکل صحیح لکھا ہے کہ۔

انہوں نے اپنی ذہانت سے اس نکتہ کو سمجھا کہ الفاظ و معانی کا یہ رشتہ امت کی پوری زندگی اور اسلام کے فکری و عملی نظام کی بنیاد ہے اور اسی سے اس کی وحدت اور اپنے سرچشمہ اور اپنے ماضی سے اس کا ربط قائم ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے اور دینی الفاظ و اصطلاحات کے مفہوم و معانی متعین نہ رہیں یا مشکوک ہو جائیں تو یہ امت ہر دعوت اور ہر فلسفہ کا شکار ہو سکتی ہے۔ اور اس کے سنگین قلعہ میں سیکڑوں چور دروازے اور اس کی مضبوط دیواروں میں ہزاروں شگاف پیدا ہو سکتے ہیں۔

الفاظ شرعی کے متواتر و متوارث معنی و مفہوم کا انکار اور قرآن و حدیث کے ظاہر و باطن اور مغز و پوست کی تقسیم ایسا کامیاب حربہ تھا جس سے اسلام کے نظام اعتقاد و نظام فکر کے خلاف سازش کرنے والوں نے ہر زمانہ میں کام لیا۔ اسلام کی پوری عمارت کو اس طرح آسانی سے ڈائنامائٹ کیا جا سکتا تھا اور اسلام کے ظاہری خول کے اندر ریاست اندرون ریاست قائم کی جا سکتی تھی

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کی صدیوں میں جن فرقوں نے اور منافقین کی جس جماعت نے نبوت محمدی کے خلاف بغاوت کرنی چاہی، اس نے باطنیت کے اسی حربہ سے کام لیا، اور اس معنوی تواتر و توارث کا انکار کر کے پورے نظام اسلامی کو مشکوک و مجروح بنا دیا اور اپنے لیے دینی سیادت بلکہ نئی نبوت کا دروازہ کھول لیا۔ ایران کی بہائیت اور ہندوستان کی قادیانیت اس کی بہترین مثالیں ہیں۔[1]

ایسے تمام باطل فرقوں کا شمار قرآن نے اہل اہواء میں کیا ہے جن کا اسلام سے کوئی علاقہ نہیں۔ قرآن کی ذیل کی دو آیتوں میں ایسے ہی گمراہ، نفاق پسند، نفس پرست اور تاویل باز، جعل ساز فرقوں کی نفسیات و کیفیات

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت ۱/ ۱۲۵-۱۲۷

تصویر کشی کی گئی ہے اور ان کی گمراہی کا اعلان کیا گیا ہے۔

فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما
یتبعون اھواءھم ومن اضل
ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی
من اللہ

(القصص)

پھر اگر وہ آپ کی بات نہ مانیں تو سمجھ لیجئے کہ
وہ اپنی خواہشوں کی اتباع کر رہے ہیں اور
اس سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جس نے
اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہش کی اتباع
کی؟

دوسری آیت میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا۔

افرءیت من اتخذ الٰھہ ھواہ
واضلہ اللہ علی علم وختم علی
سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ
غشاوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ
افلا تذکرون۔

(الجاثیہ ۲۳)

کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی
خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے
گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی
اور اس کی بصارت پر پردہ ڈال دیا تو اب
اللہ کے بعد سے کون ہدایت دے گا؟ تو تم
سمجھتے کیوں نہیں۔

کیا یہ وضاحت اس حقیقت کو واضح نہیں کرتی ہے کہ اسلام اور ہوا پرستی و اتباع نفس دو متضاد چیزیں ہیں اور
دونوں کا اجتماع محال ہے۔

یا [illegible]

اس حقیقت کو دوسری جگہ یوں بیان کیا گیا ہے

افمن کان علی بینۃ من ربہ
کمن زین لہ سوء عملہ
واتبعوا اھواءھم

(محمد ۱۴)

کیا وہ شخص جو اپنے رب کی واضح ہدایت پر ہو اس
کی طرح ہو سکتا ہے جس کے برے اعمال کو
اس کے لئے خوشنما کر دیا گیا ہے اور وہ اپنی
خواہشوں کی اتباع کرتے ہیں۔

تمام اہل اہواء اور ان تمام فرقوں کو چاہیے کہ مسلمان کہتے ہوئے بھی کتاب و سنت کے معتبر و معروف راستے
سے ہٹے ہوئے ہیں اور ایک الگ راستہ پر قائم اور فرقہ وارانہ طریقہ کی پسندی کے مرتکب ہیں اور جمہور مسلمین کے مقابلے
پر اپنی الگ راہ اور روش قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اور اس طرح دین محمدی و سنت نبوی سے بغاوت کئے ہوئے
ہیں۔ یہ آیت ایک [illegible] کا حکم رکھتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (انعام ۱۵۹)

جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی اور گروہوں میں بٹ گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہے پھر وہ ان کے کرتوتوں کے بارے میں بتا دے گا۔

باطنیت و شیعیت کے تخریبی عزائم و مقاصد کی پیش بندی و دفاع کے لئے محدثین و متکلمین اسلام نے شروع ہی سے اظہار حق کیا اور ان کے فاسد عقائد کی نشاندہی کی جسے علم الرجال اور علم الکلام کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن امام عبدالقاہر بغدادی (۴۲۹ ھ) نے اپنی بلند پایہ و بیش قیمت کتاب "الفرق بین الفرق" میں اسلامی فرقوں کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ امام غزالی نے اپنی کتاب "فضائح الباطنیہ" میں اسی کتاب کے بیانات کو نقل کیا ہے۔ پھر علامہ ابن الجوزی (۵۱۰ - ۵۹۷ ھ) نے اپنی تاریخ "المنتظم فی تاریخ الملوک والامم" میں امام غزالی کے بیان کو نقل کیا ہے۔ ہم یہاں ان کے بیان کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

"(اسماعیلیہ نے سوچا) کہ ہم عام مسلمانوں کے دین کو مٹانا چاہتے ہیں مگر ان کی کثرت کے سبب ممکن نہیں۔ اس لئے یہی طریقہ رہ جاتا ہے کہ دین کے اندر ہم ایک دعوت پیدا کریں اور ان کے کسی فرقے کی طرف منسوب ہو جائیں اور ان میں رافضیوں کا فرقہ سب سے زیادہ ضعیف العقل ہے۔ اس لئے ہم ان سے سادات کی مظلومیت اور ان کے حقوق کی پامالی اور قتل وغیرہ کا ذکر کر کے اسلام کے خاتمے کا کام کریں۔ چنانچہ اسماعیلیہ و باطنیہ اس ناپاک مقصد کے لئے متحد ہو گئے اور اپنے کو اسماعیل بن جعفر بن محمد صادق (م ۱۴۳ھ) کی طرف منسوب کیا۔ پھر شیطان کے سمجھانے پر انہوں نے مجوس اور فلاسفہ کے خیالات اپنائے اور اپنے پیروؤں کے سامنے تحریف شدہ دین رکھا۔ مگر ان کا مقصد اسلام کا مطلق انکار تھا لیکن ممکن نہ ہونے کے سبب اس کے لئے دوسرے ذرائع اختیار کئے۔"[۲]

---

۱ امام غزالی نے باطنیوں کی تردید میں جو کتابیں لکھیں ان میں سے پانچ کتابوں کے نام ملتے ہیں۔ حجۃ الحق۔ مفصل الخلاف، قاصم الباطنیہ، فضائح الاباحیہ، اور مواہم الباطنیہ۔ ملاحظہ ہو تاریخ دعوت و عزیمت ۱/ ۴۶

۲ القرامطہ لابن الجوزی تحقیق محمد الصباغ ص ۳۲ (دمشق ۱۹۷۷ء)

شاہ بلیغ الدین صاحب

احترامِ آدمیت

حضرت صُہیب رومیؓ

کوہِ صفا کے دامن میں دو آدمی کھڑے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کی نظر بچا کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ مشتبہ نظروں سے، ہر نظر ایک سوالیہ نشان تھی۔ کہ تم یہاں کہاں اور کیسے؟ دونوں کی منزل ایک ہی تھی۔ لیکن دونوں ایک دوسرے سے خائف تھے۔ بڑا بُرا وقت گذر رہا تھا۔ دونوں اس انتظار میں تھے کہ ایک وہاں سے ٹلے تو دوسرا اپنی منزل کی طرف آگے بڑھے۔ لیکن دونوں میں سے کوئی بھی وہاں سے ٹلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ نظریں بچا بچا کر اس طرف دیکھ رہے تھے جو منزل مقصود تھی۔ اور دل ہی دل میں ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ آخر یہ انتظار کتنا لمبا کھنچتا طبقات اور اصابہ کی روایت ہے کہ ان میں سے ایک سے رہا نہ گیا۔ اس نے دوسرے سے پوچھا۔ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ دونوں کی نظریں ایک ساتھ دارِ ارقمؓ کی طرف اٹھیں جس میں ان دنوں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رہا کرتے تھے۔ اسی آستانہ مبارک میں حاضری دینے کے لئے دونوں آئے تھے۔ ضبط تو دیکھئے کہ اب بھی دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے دل کا بھید نہ بتایا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ اس زمانے میں مسلمان ہونا موت سے جنگ کرنا تھا۔ کافر ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے رہتے تھے۔ ایسے ایسے ظلم توڑتے تھے۔ اس لئے یہ رازداری تھی خیر ایک نے پوچھ لیا۔ تو دوسرے نے کہا کہ ـــــ میں یہاں کیوں آیا ہوں تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ دونوں ہی غلام تھے۔ اس لئے اور بھی زیادہ محتاط تھے۔ پہلے نے سوچا جو ہو سو ہو۔ انتظار کی اس کشمکش سے تو نجات پانا چاہیئے اس لئے بولا۔

جناب! میں تو اس لئے آیا ہوں کہ دارِ ارقم میں جاؤں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنوں! یہ عمار بن یاسر تھے۔ ایمان اور اسلام کے لئے بڑی مصیبتیں انہوں نے اٹھائیں۔ یہ الفاظ حضرت عمارؓ کی زبان سے نکل رہے تھے۔ اور دوسرا ایک ایک لفظ پر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ عمار کی بات ختم ہوئی تو وہ جھٹ سے بول پڑا ـــــ خوشا اے دوست! میں بھی اسی ارادے سے آیا ہوں! ـــــ یہ صہیب رومی تھے پھر دونوں مسافرِ راہِ محبت مل کر اندر گئے اور ساتھ ہی ایمان لے آئے۔

اُسد الغابہ میں حضرت یحییٰ بن معین کی روایت ہے کہ حضرت عمارؓ کہتے تھے جب ہم لوگ ایمان لے آئے تو اس وقت صدیق اکبرؓ دو عورتیں اور پانچ غلام ایمان لا چکے تھے۔ نبی زادیوں کا ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔ حضرت مجاہد کا کہنا ہے پہلے سات مسلمانوں میں صہیب اور عمار شامل ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے ایمان لائیں اور اسی دن ہی نبی زادیاں بھی ایمان لے آئیں

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روم کے رہنے والے تھے اس علاقے میں لڑکپن ہی میں پکڑ کر غلام بنا لئے گئے تھے۔ ورنہ ان کے بزرگ تو ایلہ کے حاکم تھے۔ ایک موقع پر حضور رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ — صہیب روم کا پہلا پھل ہے آپ پہلے رومی تھے جو مسلمان ہوئے۔ مسلمان ہوئے تو عالم تھا کہ آزمائشوں میں گھر گئے اور جب سات آٹھ سال کی مسلسل آزمائشوں کے بعد ان سے نجات کا موقع آیا تو اور بھی بڑی آزمائش میں گھر گئے۔

ہجرت کا حکم آیا۔ ایک ایک دو دو کر کے مسلمان یثرب جا چکے تھے۔ حضرت صہیب انتظار میں رہے۔ خیال تھا حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہجرت کریں گے۔ اس وقت تک حضورؐ نے ہجرت نہ کی تھی۔ پھر معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چلے گئے۔ اب حضرت صہیب نے بھی تیاری کی اور چل پڑے۔ مکہ سے ذرا ہی آگے بڑھے ہوں گے کہ کافروں نے گھیر لیا۔

ابو عثمان نہدی کہتے ہیں حضرت صہیبؓ اپنے ساتھ ساری جمع پونجی اور کچھ سامان لئے جا رہے تھے۔ کافروں نے انہیں راستے میں روک لیا اور کہا — اچھا اب تم بھی چلے! حضرت صہیبؓ نے جواب دیا ہاں! انہوں نے کہا — یہ سامان کہاں سے لئے جا رہے ہو — جہاں میں جا رہا ہوں وہ میرے — اپنی اوقات بھول گئے۔ یہ طنز اس لیے تھا کہ صہیب مکے میں جب آئے تھے ان کی ذاتی حیثیت کچھ نہ تھی۔ جب ان کے مالک نے آزاد کر دیا تو انہوں نے محنت کر کے اپنی تجارت کو خوب بڑھایا اور خوب روپیہ کمایا یہی نقد اور جنس اب وہ ساتھ لئے جا رہے تھے۔ کافروں نے کہا — لات و عزیٰ کی قسم یہ نہ ہوگا کہ تم یہ لے جاؤ۔ حضرت صہیبؓ اپنی سواری سے اتر پڑے۔ کندھے سے کمان لٹکائے ہوئے تھے ہاتھ میں ترکش پکڑا تھا۔ تیر نکالا — چلے میں جوڑا، چلا کر بولے — خبردار! جو تم میں سے کوئی آگے بڑھا تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے اچھا تیر انداز ہوں۔ تم آگے بڑھے نہیں اور میں نے تمہیں نشانہ بنایا۔ جب تک میرے ترکش میں ایک بھی تیر ہے میں دیکھوں تم میں کون بہادر ہے جو میرا سامان چھین سکتا ہے۔ اور اس پر بھی دیکھو میرے پاس تلوار بھی باقی رہی ہے جب تیر ختم ہو جائیں گے تو میں تلوار سنبھال لوں گا۔

کافروں میں آگے بڑھنے کی ہمت تو نہ رہی لیکن وہ مال چھوڑنے کو بھی تیار نہ تھے۔ سوال یہ تھا کہ جھگڑا

ملنے تک کیسے ہو؟ بڑی رد و کد کے بعد طے پایا کہ حضرت منظور ہے تو مال سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ خدا اور رسول کی محبت کا وزن بہت زیادہ تھا۔ آخر حضرت صہیبؓ نے سب کچھ چھوڑ دیا اور جسم کے کپڑوں سے یثرب کی طرف چلے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں قبا میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت کلثوم بن ہدم کے مکان میں قیام تھا۔

یہاں پہنچے تو حضرت صہیبؓ نے اپنی سرگزشت سنائی کہ تمام مال و دولت دے کر اپنی جان آپؐ کی خدمت کے لئے بچا لایا ہوں۔ ارشاد ہوا تو تجھی تمہاری تجارت فائدہ مند رہی۔ سورہ بقرہ کی چند آیتیں اسی موقع پر نازل ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے اپنی جانیں بیچ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

حضرت صہیبؓ تاجر تھے۔ حضور اکرمؐ بھی تجارت فرماتے تھے۔ استیعاب میں ہے اس لئے حضرت صہیبؓ اس وقت سے آپؐ کو جانتے تھے جب آپؐ نے نبوت کا بھی نہیں فرمایا تھا۔ زندگی کے آخری دنوں میں وہ زمانہ یاد کر کے بہت خوش ہوتے اور اس تعلق پر فخر کرتے تھے۔

ستر برس کی عمر میں ۳۸ ہجری میں انتقال ہوا۔ بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ حضرت صہیبؓ ۳ تین دن کے لئے خلیفہ بھی رہ چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کی نماز صہیبؓ پڑھائیں اور جب تک شوریٰ کسی کو خلیفہ بنا دے اس وقت تک وہی سب کو نماز پڑھائیں۔

اسلام میں سے تین دن تک یہ فضیلت انہیں حاصل رہی۔ ایک ایسا شخص امام اور امیر المومنین رہا جو نہ قریشی تھا نہ انصاری، رومی تھا اور وہ بھی غلام۔ رنگ، نسل، حسب و نسب کے بتوں کو اسلام نے اس طرح توڑا کہ یہ امتیازات بے معنی ہو کر رہ گئے۔ احترامِ آدمیت کا یہ معیار دوسری قوموں نے آج بھی حاصل نہیں کیا۔

* * * * * *

اسلام کا معرکہ

ٹنڈر نوٹس

نمبر شمار	کام کی نوعیت	تخمینہ لاگت	زر ضمانت	میعاد کار ماہ
۱۔	خصوصی مرمت چھت زنانہ ارتھوپیڈک وارڈ ولیبر روم زنانہ آئی وارڈ اسٹور پوسٹ گریجویٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ / لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور	1,88,000/=	3760/=	2
۲۔	خصوصی مرمت متاثرہ حصے ای این ٹی اور آئی اپریشن تھیٹر پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سنٹر / لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور	1,89,000/=	3,780/=	$4\frac{1}{2}$
۳۔	خصوصی مرمت ڈیمانسٹریشن روم، کمرہ ادویات ڈاکٹر روم اور مردانہ آئی وارڈ لیبارٹری پوسٹ گریجویٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ / لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور	3,48000/=	6,960/=	3

۱۔ زیر دستخطی کو بالا کام کے لئے گورنمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکیداروں سے سربمہر ٹنڈر مطلوب ہیں۔

۲۔ تفصیلات کار زیر دستخطی کے دفتر سے ٹنڈر فارم کی تحریری طلبی پر بتائی جائیں گی۔

۳۔ مجوزہ ٹنڈر فارم پر ریٹ دئے جا سکتے ہیں جو کہ زیر دستخطی کے دفتر کی اکاؤنٹ سیکشن سے دستیاب ہیں۔

۴۔ درخواست کے ہمراہ انلیسٹمنٹ سارٹیفکیٹ۔ تجدیدی فیس رسید ۱۹۸۴ء - ۱۹۸۵ء کی تصدیق شدہ کاپی منسلک ہو۔

۵۔ ٹنڈر ۱۲/ فروری ۱۹۸۵ء تک وصول کئے جائیں گے۔ اور اسی دن ۱۲ بجے دوپہر کھولے جائیں گے۔

۶۔ زیر دستخطی کسی ایک یا تمام ٹنڈر کو منظور یا مسترد کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

۷۔ زر ضمانت کی نقد صورت والے ٹنڈر قبول نہ ہوں گے۔

ڈین پوسٹ گریجویٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ
وایڈمنسٹریٹر لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور

INF (P) 312

مولانا ابوالبیان صاحب پشاور یونیورسٹی

"قاضی شریح الکندی"

عہدِ فاروقی کا ایک شہرہ آفاق جج

اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جن مقدس حیثیتوں سے اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ ان میں سے ایک یہ کہ آپؐ "قاضی بالحق" تھے۔ یعنی فیصلے عدل و انصاف سے کرتے تھے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ قضا کا محکمہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے قائم کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ عہدہ خود عہدِ نبوت میں قائم ہو چکا تھا۔ اور معاملات خصومت میں آخری فیصلہ آپؐ ہی کا نافذ ہوتا تھا۔ مملکت میں توسیع کے باعث جب ہر معاملہ کا فیصلہ آپ کے لئے خود کرنا مشکل ہو گیا تو آپؐ نے مختلف علاقوں میں اپنی جانب سے قاضی مقرر فرمائے حضرت علیؓ اور حضرت معاذؓ یکے بعد دیگرے یمن کے قاضی بنائے گئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ان دو حضرات کو خدمتِ قضا پر مامور رکھا۔ اور حضرت عمرؓ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے فرائض انجام دیتے رہے۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب اسلامی سلطنت کی حدود میں مزید توسیع ہوئی تو آپؐ نے مختلف علاقوں میں قضاۃ مقرر کیے۔ انہیں میں سے ایک قاضی شریح الکندی تھے۔

<u>نام و نسب</u>۔ کنیت ابوامیہ۔ نام شریح۔ اور سلسلہ نسب یہ ہے۔ شریح بن الحارث بن قیس بن الجہم بن معاویہ بن عامر بن الرائش بن الحارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن کندہ الکندی۔

کندہ کا نام و نسب ایک روایت کے مطابق ثور بن مرتع بن مالک بن زید بن کہلان اور دوسری روایت کے مطابق ثور بن عفیر بن الحارث بن مرۃ بن ادد ہے۔[۱]

یہ نسلاً عرب نہ تھے بلکہ عجم کے ان خانوادوں میں سے تھے جو کندہ کے حلیف بن کر یمن میں آباد ہوئے تھے ان میں سوائے شریح کے کوفے میں اور کوئی نہیں آیا۔[۲]

---

[۱] وفیات الاعیان ۲ : ۱۶۷ [۲] طبقات ابن سعد ۶ : ۱۳۴

"قاضی شریح نے اگرچہ زمانہ جاہلیت پایا۔ لیکن مشہور روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ اس لئے آپ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ ابن السکن نے ایک خبر آپ سے روایت کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ اے خدا کے رسولؐ یمن میں میرے گھر کے متعدد افراد ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ان کو لے آؤ۔ میں ان کو لے آیا۔ تو حضورؐ اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ پہلی روایت زیادہ معتبر ہے یعنی یہ کہ نہ حضورؐ کی زیارت ہوئی۔ اور نہ آپؐ سے روایت کی[۱]۔

سات برس کے تھے کہ بصرہ تشریف لے گئے۔

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت سے عبدالملک بن مروان کے دور تک قضا کے منصب پر فائز رہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے۔ کہ پچھتر برس تک اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ ابن الزبیرؓ کے زمانہ میں جب فتنوں کا آغاز ہوا۔ تو تین سال کے لئے معطل رہے۔ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں مستعفی ہوئے[۲]۔

آپ نے حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبی۔ نخعی۔ عبدالعزیز بن رفیع اور محمد بن سیرین وغیرہم نے روایت کی ہیں[۳]۔

حدیث و فقہ کے ماہر اور بصرہ کے ممتاز حفاظ حدیث میں تھے۔ قیافہ شناس اور باکمال شاعر تھے۔ مزاج میں مزاح بھی تھا۔

عہدہ قضا پر تقرر ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے بشرط پسندیدگی ایک گھوڑا خریدا۔ اور اس کا امتحان کرنے کے لئے ایک سوار کو دے دیا۔ گھوڑا چوٹ کھا کر زخمی ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ یہ واپس ہوجائے تو اچھا ہے۔ گھوڑے والے سے کہا کہ اپنا گھوڑا واپس لے لو۔ مالک نے انکار کیا نزاعی صورت پیدا ہوئی۔ معاملہ شریح کے پاس آیا۔ آپ نے فیصلہ کیا اور حضرت عمرؓ سے کہا۔

"اے امیرالمومنین۔ یا تو آپ گھوڑے کو اسی حالت میں واپس دیں جس صورت میں آپ نے اس سے لیا تھا۔ اگر مالک سے اجازت لے کر سواری کرائی تھی تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔

اس فیصلہ پر حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا قاضی بنا دیا۔ اور فرمایا کہ یہ پہلا دن ہے کہ میں نے شریح کو پہچانا[۴]۔

آپ مقدمات میں تاخیر نہ کرتے تھے مسلمانوں کو قاضی شریح پر فخر ہے۔ کہ دنیا میں حصول انصاف کی راہ میں جتنی دقتیں۔ رکاوٹیں اور تکلیفیں پیش آتی ہیں انہوں نے اپنے دورِ قضا میں ان سب کو دور کرنے کی

---

۱ الاصابہ ۲: ۱۴۴ ۲ وفیات ... ۳ تذکرۃ الحفاظ ص ۵۵ ۴ طبقات ابن سعد ۶: ۱۳۴

کوششیں کیں۔ مقدمات کے فیصلے کرنے میں تاخیر کو کبھی گوارا نہ کیا۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے عدالت جانے سے قاصر رہتے تو اپنے مکان ہی میں فیصلے کیا کرتے تھے۔

زکوان کہتے ہیں کہ جس روز آندھی اور بارش ہوتی تو آپ مقدمات کا فیصلہ اپنے گھر پر ہی کرتے۔

غیر جانبداری اور انصاف پسندی | آپ فیصلہ کرنے میں خویش و اقارب۔ حاکم و محکوم اور مالدار و غریب کا لحاظ نہ رکھتے۔ اور نہ کسی خارجی یا داخلی دباؤ میں آتے۔

جابر عامر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے ایک لڑکے نے ایک ملزم کی ضمانت دی۔ وہ ملزم بھاگ گیا۔ آپ نے اپنے بیٹے کو جیل میں ڈال دیا اور جیل میں اس کے لئے کھانا بھیجتے تھے۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ آپ کے ایک اردلی نے کسی کو کوڑوں سے مارا۔ آپ نے اسی مضروب سے اسے کوڑے لگوائے۔

عامر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے ایک بیٹے نے آپ سے کہا۔ کہ میرا ایک آدمی کے ساتھ مقدمہ ہے آپ اس پر نظر کریں۔ اگر میرا حق بنتا ہو تو میں اس کے خلاف دعویٰ کروں۔ اور اگر حق نہ بنتا ہو تو پھر نہ کروں آپ نے فرمایا۔ بتاؤ کیا مقدمہ ہے؟ بیٹے نے بیان کیا۔ تو فرمایا۔ جاکر اس کے خلاف دعوی کرو۔ اس نے دعویٰ کیا۔ مقدمہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے بیٹے کے خلاف فیصلہ سنایا۔ جب گھر آئے تو بیٹے نے کہا کہ میں نے تو آپ سے پہلے کہا تھا کہ میرا حق نہ بنتا ہو تو میں دعویٰ نہ کروں۔ خواہ مخواہ آپ نے مجھے رسوا کیا۔ آپ نے کہا "اے میرے بیٹے۔ روئے زمین کے تمام انسانوں سے زیادہ تو مجھے عزیز ہے۔ لیکن خدا مجھے تجھ سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر میں پہلے سے بتا دیتا تو تو اس کے ساتھ مصالحت کر لیتا اور اس کے بعض حقوق چھین لیتا[1]۔

شہادت میں سچائی کا فکر و اہتمام | تنازعات و مقدمات کو جو چیز خراب کرتی ہے وہ جھوٹی شہادتیں ہیں۔ قاضی شریح نے حتی الامکان ان کا انسداد کیا۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ شریح کو جب ثبوت کے گواہ مشکوک نظر آتے۔ مگر ان کی ظاہری صداقت پر کوئی گرفت بھی نہ ہو سکتی۔ تو وہ پہلے گواہوں سے کہتے کہ دیکھو میں نے تم کو طلب نہیں کیا اگر تم واپس جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ تمہاری شہادت پر اس مقدمہ کا فیصلہ ہوگا۔ تمہاری شہادت سے میں بری الذمہ ہوں۔ پس تم کو خدا کے سامنے اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

خفیہ تحقیقات کا طریقہ | قاضی شریح سے پہلے اسلامی عدالت میں خفیہ تحقیقات کا طریقہ رائج نہ تھا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ۶: ۱۳۴

سب سے پہلے آپ نے اسی کو جاری کیا۔

بختری کہتے ہیں کہ وہ شریح کے پاس آئے اور کہا کہ یہ اس مقدمے میں آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا لوگوں نے جیسی گواہی دی۔ اس کے مطابق میں نے فیصلہ کر دیا۔ چونکہ یہ ایک نئی بات تھی۔ اس لئے لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ کہ آپ نے یہ بدعت کیوں جاری کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب لوگوں نے نئی نئی باتیں جاری کر دیں تو میں نے بھی نیا طریقہ جاری کر دیا۔ لوگوں نے حق پوشی اور جرائم کی نئی نئی صورتیں ایجاد کر دیں تو میں نے بھی تحقیقات کی نئی صورت اختیار کر لی۔

ثبوت کو قسم سے زیادہ اہمیت دیتے تھے | آپ تنازعات و مقدمات میں ثبوت کو قسم سے زیادہ اہم سمجھتے تھے۔ اور تنہا حلف کو زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ بلکہ ثبوت کے ساتھ قسم لیتے تھے نیز قسم لینے کے بعد اگر مدعی گواہ پیش کرتا تو گواہ کے گواہی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ اور پہلے فیصلہ سے رجوع کرتے۔

محمد کا بیان ہے کہ ایک مقدمے میں ایک مدعی نے اپنے فریق سے قسم لی۔ اور قسم لینے کے بعد اس کے خلاف ثبوت پیش کیا۔ آپ نے فرمایا " عادل ثبوت جھوٹی قسم سے زیادہ بہتر ہے "

اس کے علاوہ مقدمہ فیصلہ کر دینے کے بعد اگر فریقین کچھ کہنا چاہتے تو انہیں اس کا موقع بھی دیتے تھے احنف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شریح کی عدالت میں گیا۔ انہوں نے ایک شخص کے خلاف فیصلہ سنایا اس نے کہا جلدی نہ کیجیئے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ شریح نے اسے موقع دیا۔ جب وہ کہہ چکا تو آپ نے کہا "کیا میں تمہیں چھوڑ دوں۔ تم نے بہت فضول باتیں کیں۔ تم نے جو کچھ کہا ہے اس پر ثبوت پیش کرو۔"

اپیل کا موقع | آپ خود اپنے فیصلے کے خلاف اپیل سننے کے لئے تیار رہتے۔ اور کہا کرتے تھے کہ جو شخص میرے فیصلے کے خلاف دعویٰ کرے تو میرا فیصلہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک مدعی اپنے دعویٰ کو ثابت کر دے۔ حق بہرحال میرے فیصلے کے مقابلہ میں زیادہ حق ہے۔

عزیز، قریب کی شہادت کا قانون | ابن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ قاضی شریح نے عزیز کے مقابلہ میں عزیز کی شہادت کو ناقابل اعتبار قرار دیا تھا۔ اور یہ قانون بنایا کہ لڑکے کی شہادت باپ کے متعلق۔ اور باپ کی شہادت بیٹے کے متعلق۔ بیوی کی شہادت شوہر کے متعلق۔ شوہر کی شہادت بیوی کے متعلق۔ آقا کی شہادت غلام کے متعلق۔ غلام کی شہادت آقا کے متعلق۔ اجیر کی شہادت اس شخص کے متعلق جسے اس نے اجرت پر کسی کام کے لئے رکھا ہو قبول نہیں کی جا سکتی۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ایک نصرانی کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ آپ نے حضرت علیؓ سے گواہ طلب کئے حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے اور آزاد کردہ غلام قنبر کو حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کے بیٹے کی گواہی آپ کے

یہ درست نہیں اور دوسرا گواہ جو آزاد کردہ غلام ہے۔ اس ایک گواہ کی گواہی سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ نیز مخالف شریک اور متروک شخص کی گواہی کو بھی قبول نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کی عدالت میں ایک گواہ کو جس کا نام ربیعہ تھا۔ پکارا گیا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پکارنے والے نے دوبارہ جھلا کر اسے کافر کہہ کر پکارا۔ اس خطاب پر وہ بول اٹھا۔ شریح نے کہا "تم نے خود کفر کا اقرار کر لیا ہے اس لئے تمہاری شہادت قابل قبول نہیں"۔

الغرض قانون شہادت کو انہوں نے ایسا بے لاگ اور بے حق نواز بنا دیا تھا کہ امکانی حد تک جھوٹی گواہی کا انسداد کر دیا۔

خاندانی رسم و رواج کو اہمیت نہ دیتے تھے | آپ فصل خصومات میں خاندانی رسم و رواج کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔ محمد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند غزالوں نے مقدمہ دائر کیا۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ اس معاملہ میں ہمارا خاندانی رواج یہ رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ تمہارا خاندانی رواج تمہارے گھروں تک ہے۔ اگر اپنے گھروں میں اسلام لانا چاہتے ہو تو رسم و رواج کو باہر نکالو۔

آپ بھوک اور غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ دیا کرتے تھے۔

خود گواہ نہ بنتے | کسی مقدمہ میں آپ خود گواہ نہ بنتے۔ شعبی روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ فرمایا کرتے کہ یہ دو باتیں مجھ میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ کہ میں قاضی بھی ہوں اور گواہ بھی۔

جب گھر سے عدالت جاتے تو فرمایا کرتے۔ "عنقریب ظالم اس حصے کو جان لے گا۔ جو اس نے کم کیا ہے اور ظالم کو سزا اور مظلوم کو مدد کا انتظار کرنا چاہئے"۔

آپ کی مُہر | جابر قاسم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ کی مہر میں دو شیر نقش تھے اور ان کے درمیان ایک درخت تھا۔ واصل (موئے ابو عینیہ) کہتے ہیں کہ شریح کی مہر پر یہ نقش تھا "الخاتم خیر من الظن" مُہر ظن سے بہتر ہے

لباس | اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ قاضی شریح اپنی عدالت میں فیصلے کرتے تھے۔ اور وہ ریشمی یا سیاہ رنگ کے بالوں کی چادر اوڑھے ہوتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ پگڑی باندھتے تھے عمامہ کا شملہ پیچھے چھوڑ دیتے تھے۔ نماز کی حالت میں آپ اپنی چادر سے ہاتھ باہر نہ نکالتے اپنی چادر پر ہی سجدہ کر لیتے تھے۔

وفات | سال وفات اور عمر میں اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے مندرجہ ذیل سال ذکر کئے ہیں۔ ۷ ۸ھ ۲ ۸ھ ۷۸ھ، ۸۰ھ، ۹۷ھ اور ۷۶ھ۔ اور ۱۰۰ سال یا ۱۰۸ یا ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے[۱]۔ ان کی اولاد میں سے عبداللہ بن معاویہ بن میسرہ بن شریح کوفے کے محدث تھے ان کے بھائی عبیداللہ بن الحارث کا ایک بیٹا ابو المغازل عثمان خراسان کا والی تھا[۲]۔

---

[۱] وفیات الاعیان ۲: ۴۶۱ [۲] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱: ۷۰۱

کیپٹل ڈیویلپمنٹ اتھارٹی

ورکس ڈویژن نمبر IV

پری کوالی فیکیشن نوٹس

کام کا نام :۔ حج کمپلیکس - آئی - ۱۴ - اسلام آباد

الف۔ برائے انفراسٹرکچر بشمول سڑکیں تخمیناً لاگت ۲۵.۰۰۰ ملین روپے

ب۔ برائے بلڈنگز تخمیناً لاگت ۴۵.۰۰۰ ملین روپے

سی ڈی اے اور دوسرے سرکاری محکمہ جات کے ٹھیکیداروں کی موزوں کلاس میں اندراج کے حامل ٹھیکیداروں سے پیشگی اہلیت کے لئے درخواستیں درج ذیل معلومات کے ہمراہ مطلوب ہیں۔

۱۔ فرم کا نام

۲۔ پاکستان کے کسی شیڈول بنک کا جاری کردہ مالی حالت کا سرٹیفکیٹ

۳۔ موجودہ ٹولز اور پلانٹ

۴۔ ٹیکنیکل سٹاف کی بھرتی معہ ان کا بایو ڈاٹا۔

مکمل کردہ کاموں کے متعلق درج ذیل معلومات

(i) تخمیناً لاگت (ii) ٹھیکے کی رقم

(iii) مکمل کرنے کی میعاد (iv) متعلقہ محکمے سے کارکردگی کا سرٹیفکیٹ

(v) جائے وقوع (vi) مکمل کرنے کا سال

(vii) تفصیل ثالثی اور تنازعات اگر کوئی ہوں۔

درخواستیں زیر دستخطی کے دفتر واقع دوکان نمبر ۴ - بازار نمبر ۸ جی ۶/۴ اسلام آباد میں ۷ مارچ ۱۹۸۵ تک موصول ہونی چاہئیں۔ ۷ مارچ ۸۵ کے بعد کسی درخواست پر غور نہیں کیا جائے گا۔

محمد عاشق چوہدری

ڈپٹی ڈائریکٹر ورکس ڈویژن IV

سی ڈی اے اسلام آباد فون ۲۹۵۴۲،

(PID (I) ۳۶۹۱/۱)

مسلم اکثریت والے ممالک

ملک کا نام	دارالسلطنت	مسلم آبادی	تناسب	آزاد ہونے کی تاریخ اور مسلط ملک کا نام
غانستان	کابل	۱،۶۹۰۰۰۰۰	۹۹ فیصد	
لجیریا	الجزیرہ	۱،۵۳۸۶۰۰۰	۹۸ "	فرانس ۱۹۶۲ء
نگلادیش	ڈھاکہ	۹،۳۷۵،۰۰۰۰	۸۵ "	۱۰ار دسمبر ۱۹۷۱ء
مصر	قاہرہ	۳،۳۷،۵۰،۰۰۰	۹۳ "	۱۹۳۶ء
ایتھوپیا	ادیس ابابا	۱،۶۲،۸۹،۰۰۰	۶۵ "	
نڈونیشیا	جکارتہ	۱۲،۵۱،۲۷،۰۰۰	۹۵ "	نیدرلینڈ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۹ء
ایران	تہران	۳،۲۵،۷۱،۰۰۰	۹۸ "	جنوری ۱۹۴۱ء
عراق	بغداد	۹۶،۵۷،۰۰۰	۹۵ "	برطانیہ ۱۹۳۲ء
لیشیا	کوالالمپور	۵۹،۵۷،۰۰۰	۵۲ "	" ۱۹۶۳ء
راکش	رباط	۱،۶۸،۲۶،۰۰۰	۹۹ "	فرانس ۲۰ مارچ ۱۹۵۶ء
ائیجیریا	لاگوس	۵،۹۸،۲۰،۰۰۰	۷۵ "	برطانیہ یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء
پاکستان	اسلام آباد	۶،۲۹،۴۵،۰۰۰	۹۷ "	" ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء
سوڈان	خرطوم	۱،۴۳،۷۵،۰۰۰	۸۵ "	" ۱۹۵۶ء
تنزانیہ	دارالسلام	۹۳،۴۷،۰۰۰	۶۵ "	۲۶ر اپریل ۱۹۶۴ء
ترکی	انقرہ	۳،۷۹،۲۰،۰۰۰	۹۹ "	۱۸۵۳ء
کامرون	یاؤنڈہ	۴۳،۶۵،۰۰۰	۵۵ "	فرانس ۱۰ر جنوری ۱۹۶۰ء
مالی	باماکو	۴۸،۵۳،۰۰۰	۹۰	" ۲۰ر جون ۱۹۶۰ء
سعودی عربیہ	ریاض	۸۱،۶۵،۰۰۰	۱۰۰ "	
شام	دمشق	۵۹،۹۴،۰۰۰	۸۷ "	" ۱۶ر ستمبر ۱۹۴۱ء
تیونس	تیونس	۴۵،۴۵،۰۰۰	۹۵ "	" ۲۰ر مارچ ۱۹۵۶ء
البانیہ	تیرانہ	۱۷،۶۳،۰۰۰	۶۵ "	۱۹۱۲ء
جمہوریہ وسط افریقہ		۹۰۲،۰۰۰	۵۵ "	
چاڈ	فورٹ لامی	۳۴،۰۰،۰۰۰	۸۵ "	فرانس ۱۱ر اگست ۱۹۶۰ء

دھومی	فورٹونوفو	۱۷،۴۶،۰۰۰	۶۰	"	فرانس ۱۰راگست ۱۹۶۱ء
گینیا	کوناکری	۴۰،۴۷،۰۰۰	۹۵	"	" ۱۹۵۸ء
ساحل عاج	ابیدجان	۲۴،۸۴،۰۰۰	۵۵	"	" ۱۹۶۱ء
اردن	عمان	۲۴،۲۹،۰۰۰	۹۵	"	۱۹۲۱ء
لیبیا	طرابلس و بن غازی	[illegible]	۱۰۰	"	اٹلی ۲رجون ۱۹۵۲ء
موریتانیا	نواکشوط	۱۲،۲۷،۰۰۰	۱۰۰	"	اسپین ۲۸رنومبر ۱۹۶۰ء
نایجیریا	نیامی	۳۹،۶۳،۰۰۰	۹۱	"	فرانس ۳راگست ۱۹۶۰ء
سنغال	دکار	۳۸،۱۹،۰۰۰	۹۵	"	" "
سیرالیون	گرمی ٹاؤن	۱۸،۰۰،۰۰۰	۶۵	"	برطانیہ ۲۷راپریل "
صومالیہ	مغادیشو	۳۹،۵۰،۰۰۰	۶۵	"	" ۲۶رجون ۱۹۶۰ء
جنوبی یمن	عدن	۱۴،۴۰،۰۰۰	۹۵	"	" ۳۰ نومبر ۱۹۶۷ء
ٹوگو	لومے	۱۱،۶۶،۰۰۰	۵۵	"	فرانس ۲۷راپریل ۱۹۶۰ء
اپردولٹا	اداجادجان	۴۸،۳۹،۰۰۰	۵۶	"	" ۵راگست "
شمالی یمن	صنعاء	۶۰،۰۰،۰۰۰	۹۹	"	۱۹۱۸ء

دس لاکھ سے کم آبادی والے ممالک

بحرین	منامہ	۲،۲۰،۰۰۰	۹۹	"	برطانیہ ۱۴راگست ۱۹۷۱ء
گامبیا	بنگول	۳،۲۷،۰۰۰	۸۵	"	" ۱۸رفروری ۱۹۶۵ء
گینیا بیساؤ	بساؤ	۵،۶۷،۰۰۰	۷۰	"	پرتگال ۱۰ستمبر ۱۹۷۱ء
کویت	کویت	۹،۱۷،۰۰۰	۱۰۰	"	۱۹۶۱ء
عمان	مسقط	۷،۵۰،۰۰۰	۱۰۰	"	
قطر	دوحہ	۱،۷۰،۰۰۰	۱۰۰	"	برطانیہ ۱۰ستمبر ۱۹۷۱ء
متحدہ عرب امارات	ابوظہبی	۳،۲۰،۰۰۰	۱۰۰	"	" ۲دسمبر ۱۹۷۱ء
لبنان	بیروت	۱۵،۸۴،۰۰۰	۵۷	"	۱ستمبر ۱۹۲۰ء
جزیرہ قمر	موروں	۲۷،۵۵،۰۰۰	۹۵	"	فرانس ۶جولائی ۱۹۷۵ء
مالدیپ	مالی	۱،۴۵،۰۰۰	۱۰۰	"	برطانیہ ۲۶جولائی ۱۹۶۵ء

ادبیات

حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ

بیادِ علامہ عبدالحلیم مردانیؒ

والد ماجد حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہٗ صدر المدرسین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی یادیں ـــــــــــــــ!

اے مرے مرحوم والد قبلہ گاہِ محترم — تیری تربت پہ کھڑا ہوں پیکرِ تصویرِ غم
بن ترے میرے لئے سونی ہے بزمِ کائنات — اور ویرانہ ہے میرے سامنے باغِ ارم
جان کی بازی لگائی بہرِ ترویجِ علوم — جادۂ منزل ہے گویا آپ کا نقشِ قدم
تو نے مجھ ناچیز کو بخشی ہے ذوقِ آگہی — ورنہ کس قابل تھا یہ اک ذرّہ دشتِ عدم
مجھ کو سمجھانا کبھی الفت بھرے انداز میں — یاد آتی ہیں ادائیں وہ تمہاری دم بدم
تیرے خوانِ علم سے زلّہ ربائی میں نے کی — یہ نصیب اللہ اکبر ہے انعامِ ذوالحکم
حشر تک اس گلشنِ جنت میں آسودہ رہے — تیرے فیضانِ نظر سے مجھ پہ ہے ربّ کا کرم
آہ وہ مدحِ نبیؐ اوصافِ یارانِ رسولؐ — کب سنائے گا ہمیں یا دیدۂ پُرآب و نم
اب کہاں وہ بزمہا و حلقہ ہائے علم و فن — حسرتا! ایسی محافل سے ہوئے محروم ہم
فانیِ بیچارہ اُف یہ کون زیرِ خاک ہے — درحقیقت نازشِ اہلِ عرب فخرِ عجم

تیری تربت پہ چراغِ طور نورافشاں رہے
حشر تک تُو ہم نشینِ رحمتِ یزداں رہے

حاصلِ مطالعہ

لطیفۂ عجیب | کہتے ہیں کہ محی السنۃ امام غزالیؒ مفتی الثقلین تھے ایک روز انہوں نے جنات سے حوادثات کی بابت دریافت کیا۔ جنات نے کہا کہ علامہ زمخشریؒ قرآن کی تفسیر لکھ رہے ہیں۔ اور نصف کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ امام غزالی نے تفسیر منگوائی اور پوری نقل کروا کر اصل نسخہ جات جنات کے ذریعہ واپس کرادیا۔ جب امام زمخشری موصوف کے یہاں آئے تو آپ نے زمخشریؒ کو کتاب دکھائی۔ زمخشری کتاب دیکھ کر حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ اگر میں یہ کہوں کہ کتاب میری ہے تو یہاں کیسے آئی؟ جب کہ میں نے اس کو اس طرح محفوظ رکھا تھا کہ اس کی اطلاع بھی کسی کو نہیں دی۔ اور اگر یہ کہوں کہ کسی دوسرے کی ہے تو لفظاً، معنیً، وضعاً، ترتیباً اتنا کثیر توادر عقلاً محال ہے۔ زمخشری کی اس حیرت کو دیکھ کر امام غزالیؒ نے کہا کہ یہ تمہاری ہی کتاب ہے میں نے جنات کے ذریعہ منگوائی تھی۔ زمخشری جنات کے قائل نہ تھے لیکن اس مجلس میں قائل ہوگئے (احوال مصنفین ج ۱ ص ۱۹)

کمالِ شیخ بوعلی سینا و کرامت ولی | منقول ہے کہ ایک ولی نے شیخ سے کہا کہ تو نے علوم عقلیہ میں اپنی ساری عمر گنوادی۔ آخر کس مرتبہ تک پہنچا؟ شیخ نے کہا کہ ساعاتِ یومیہ میں سے مجھے ایک ایسی گھڑی معلوم ہے کہ اس میں لوہا مثل خمیر ہوجاتا ہے۔ ولی نے کہا کہ جب وہ گھڑی آئے تو مجھے بتانا۔ چنانچہ شیخ نے وہ گھڑی بتائی اور ہاتھ میں لوہا لے کر اس میں انگلی داخل کی تو وہ اس کے اندر دھنس گئی۔ گھڑی گذر جانے پر ولی نے شیخ سے کہا کہ اب پھر اسی طرح کرو۔ شیخ نے کہا وہ گھڑی گذر گئی ہے اب ممکن نہیں۔ ولی نے لوہا ہاتھ میں لے کر انگلی داخل کردی اور فرمایا کہ دانشمند کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنی عمر زائل و فانی چیز میں صرف کرے (احوال مصنفین ص ۳۹۱)

علم دین کی قدر و عظمت کا ایک واقعہ | محمد بن سلمہ جو مشائخ بلخ سے ہیں انہوں نے اپنے بیٹے کو فقہ کی تعلیم کے لئے بغداد بھیجا اور اس کی تعلیم پر ۴۰ ہزار روپے خرچ کئے۔ جب وہ فارغ ہوکر آیا تو پوچھا کیا پڑھ کر آئے؟ عرض کیا صرف ایک مسئلہ سیکھا ہے کہ عورت کا حیض دس دن میں ختم ہو تو مدتِ غسل زمانہ طہارت میں شمار ہوگی یعنی اگر نماز کے وقت میں سے اتنا وقت مل گیا کہ تحریمہ کہہ سکتی ہے خواہ غسل نہ کرسکے تو اس وقت کی نماز اس کے ذمہ واجب ہوگی اور اگر کم مدت پر انقطاع دم حیض ہوا تو وقتِ غسل حیض میں شمار ہوگا غسل کا وقت بھی گذرے اور اس کے بعد تحریمہ کا وقت بھی پالے گی تو نماز اس کے ذمہ ہوگی ورنہ نہیں — باپ نے یہ سن کر کہا تم نے میری رقم ضائع نہیں کی — یہ تھی پہلے زمانہ میں علم کی قدردانی۔ (انوار الباری)

ڈاکٹر عبادالرحمٰن نشاط استاذ شعبۂ انگریزی
ام القریٰ یونیورسٹی ۔ مکہ مکرمہ

سرزمین امریکہ میں اسلام کے علمبردار

اسلام کی مقناطیسی کشش اور ناقابل تسخیر طاقت کا ظہور اسی وقت ہوتا ہے جب کہ اس کی آزمائش منہاج نبوت کے مطابق دعوت کے میدان میں کی جائے۔ ذیل کا مضمون دجالی تہذیب کے سب سے بڑے مرکز امریکہ میں اسلام کی جاذبیت و قوت کے کچھ واقعات و مشاہدات کے بیان پر مشتمل ہے ــــ ایسے دور میں جس میں کہ ہر طرف سے سیاسی و قومی میدانوں میں لڑی جانے والی جنگوں میں پے درپے شکست و ہزیمت کی خبروں نے ہماری قوتوں کو مفلوج اور ہمتوں کو سردہ کردیا ہے۔ کیسی شدید ضرورت ہے اس بات کی کہ دعوت وشہادت علی الناس کے میدان میں اللہ کی نصرت و تائید سے حاصل ہونے والے حوصلہ افزا نتائج سے امت کو باخبر کیا جائے: تاکہ اولاً یہ مایوسی و دل شکستگی ختم ہو اور (۲) یہ عقدہ بھی کھلے کہ ان پیہم شکستوں کی اصل وجہ یہ ہے کہ جس میدان میں ہم لڑ رہے ہیں ہم اس کے سپاہی نہیں ہیں ــــ اٹھئے اور رجی جان سے دعوت الی اللہ کے کام میں اپنی کل پونجی کو قربان کر دیجئے۔ (الفرقان)

کچھ سمجھ کر ہی ہوا ہوں، موجِ طوفاں کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل میں ہے

۱۹۷۲ء کے دسمبر کی آخری تاریخوں میں جب میں تعلیم کے لئے امریکہ روانہ ہو رہا تھا تو میرا دل امید اور اندیشے کی ملی جلی کیفیت سے دوچار تھا۔ ایک تو اس امید سے دل مسرور تھا کہ اہل زبان کے درمیان رہتے ہوئے انگریزی زبان و ادب میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی میری دیرینہ تمنا پوری ہونے کی صورت پیدا ہو رہی تھی۔ تو دوسری جانب یہ احساس دل میں کانٹا بن کر کھٹک رہا تھا کہ مجھے اپنی زندگی کے چند سال ایک ایسے ماحول میں گزارنے تھے جو مادیت کا سب سے بڑا علمبردار تھا۔ مادیت جو اس صدی میں اسلام کی سب سے منظم دشمن طاقت بن کر خود اسلامی ممالک کے قلب میں اسلام کے فرزندوں کی خود اعتمادی مجروح کر رہی تھی۔ اس کے سب سے بڑے "قمار خانہ" میں داخل ہوتے ہوتے اگر مجھے اپنی دینی اور تہذیبی اقدار کی حفاظت کی فکر دامن گیر ہو رہی تھی تو

یہ کوئی غیر فطری بات نہیں تھی۔ لیکن اس ملک میں اپنے نو سالہ قیام کے دوران جب میں نے بارہا ایسے غیور مسلمان دیکھے جن کی حمیّت ایمانی کی آب وتاب مادیت کی مصنوعی چمک کے بالمقابل اور بھی نکھر گئی تھی تو اس حقیقت میں میرا یقین پختہ ہو گیا کہ جب کسی مسلمان کے دل کے سونے کو اللہ کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پارس چھو لیتا ہے تو پھر اس کی نگاہوں میں وہ قیمتی ہیرا بھی ایک بے حقیقت پتھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا جس پر غیر اسلام کی مہر ثبت ہو۔

یہ مضمون اسلام کے ایسے ہی جگر گوشوں سے متعلق ہے۔ اور اس میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں میں خود ان کا بالواسطہ یا بلا واسطہ شاہد ہوں اور ان واقعات کو اس نیت سے یہاں قلم بند کر رہا ہوں کہ کوئی مسلمان جو عصر حاضر کے حالات اور مغربی تہذیب کی دل فریبیوں سے مرعوب ہو گیا ہو، شاید اپنا یقین گم کردہ پھر سے حاصل کرے۔ اور کوئی مسلمان جو اسلام مخالف دور میں خود اسلام پر چلنے اور دوسروں کو اس کی دعوت دینے کا جذبہ رکھتا ہو، شاید اپنے عزم وشوق کے چراغ کی لَو تیز سے تیز کر لے۔

مجھے یاد ہے امریکہ کے ایک شہر میں ایک دینی عنوان سے مختلف مقامات سے مسلمان جمع ہوئے تھے جن میں بڑی تعداد امریکی نومسلموں کی تھی۔ اکثر لوگوں کا قیام مقامی مسجد میں تھا۔ سفر کی بے آرامی اور تھکان کی وجہ سے میں بھی ظہر کی نماز کے بعد مسجد کے ایک گوشہ میں پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ مسجد بھری ہوئی تھی اور تقریباً سارے ہی لوگ لیٹے ہوئے تھے۔ میرے تھکے ہوئے جسم نے مسجد کے اس حصے میں بہت سکون محسوس کیا۔ لیکن میں دوسرے ہی لمحے چونک پڑا۔ کسی کی سسکیوں کی آواز میرے کان سے ٹکرائی۔ میں نے دیکھا میرے سامنے مسجد کی دیوار سے ٹیک لگائے ایک نومسلم امریکی نوجوان رو رہا تھا۔ اس کے جسم پر لمبا عربی جبّہ تھا۔ سر پر ٹوپی تھی۔ اور چہرے پر داڑھی تھی۔ اس کی بے قراری دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ضبط نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہو۔ اس کی سسکی تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ اور چند منٹ کے بعد ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر وہ کون سا غم ہے جو اس نوجوان کو اس طرح رلا رہا ہے۔ اور بے قرار کئے ہوئے ہے۔ کون سا نقصان ہے جس کے احساس کی شدت نے اسے اپنے گرد وپیش سے بھی بے نیاز کر دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ میرا ذہن اس سوال کا جواب تلاش کرتا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد کے دوسرے گوشے سے ایک دوسرا امریکی نومسلم نوجوان اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اس نے وہ کتاب اس روتے ہوئے نوجوان کی طرف بڑھائی اور انگریزی میں کہا۔

"یہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں آؤ اسے مل کر پڑھیں"

اس نوجوان نے کتاب لے لی۔ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اور پھر کتاب کھول کر ایک حدیث شریف کا انگریزی

ترجمہ بلند آواز سے پڑھنے لگا۔

" رسول اللہ، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، نے فرمایا ......" تھوڑی دیر اس نوجوان کے ارد گرد چند اور امریکی نومسلم سنجیدگی اور وقار کے ساتھ آکر بیٹھ گئے۔ وہ نوجوان انتہائی ذوق و شوق سے ایک کے بعد دوسری حدیث پڑھتا رہا۔ دھیرے دھیرے اس کی آواز صاف ہوگئی۔ آنکھوں کے گوشے چمک اٹھے، چہرے پر طمانیت کا اجالا پھیل گیا۔ اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس بے چین و بے قرار انسان کو بالآخر اس کے درد کی دوا مل گئی ہو۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ میں بھیگی آنکھوں سے حدیث پاک کی یہ عجیب وغریب محفل دیر تک دیکھتا رہا۔ اور سوچتا رہا کہ آج سے چودہ سو سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس فکر و اخلاص سے دنیا کے سامنے اپنی دعوت پیش کی تھی کہ آج ایک ایسا انسان جو نہ اس زبان سے واقف ہے جس میں پہلی بار اس دعوت کو پیش کیا تھا۔ نہ اس ملک سے کوئی قومی تعلق رکھتا ہے جہاں اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تھا۔ اور نہ ہی اس تہذیب سے کوئی مناسبت رکھتا ہے جس کی آغوش میں پیغمبر علیہ السلام نے پرورش پائی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ اب اپنے سارے پچھلے رشتے توڑ کر مسجد میں آگیا ہے۔ اور ان ایام پر روتا ہے جو اسلام سے اس کے تعلق کے بغیر گذر گئے۔

میرے ذہن میں جو دوسری یاد ابھرتی ہے وہ بھی ایک امریکی نومسلم ہے۔ میری نگاہوں میں شکاگو کی ایک عمارت، کا نقشہ پھر جاتا ہے جسے مسلمانوں نے خرید کر مسجد کی شکل دے دی ہے۔ ایک دن وہاں عشاء کی نماز کی اقامت ہو رہی تھی۔ نہ جانے مکبرؔ کا اخلاص تھا یا کسی کے دکھے دل کا آبگینہ ہی پھوٹ پڑنے کے لئے منتظر تھا کہ جونہی اقامت کی آواز بلند ہوئی پہلی صف سے کسی کی سسکی تیز آواز سنائی دی۔

میں نے چونک کر اس آواز کی جانب نگاہ اٹھائی۔ رونے والے کے چہرے پر نظر پڑتے ہی میرا دل محبت کے جذبات سے بھر گیا۔ میں ان سے واقف تھا میری پہلی ملاقات ان سے شکاگو ہی میں ایک مکان کے زیریں حصے (BASEMENT) میں ہوئی تھی۔ جہاں اس علاقے کے مسلمان جماعت سے نماز پڑھتے تھے۔ اس وقت مجھے امریکہ آئے ہوئے صرف چند روز ہوئے تھے۔ ایک دن جب میں وہاں نماز کے لئے داخل ہوا تو وہاں وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ موجود تھے۔ ان کے جسم پر عربی لباس تھا اور چہرے پر گھنی داڑھی۔ میں نے انہیں کسی افریقی ملک کا باشندہ سمجھا۔ اور سلام کے بعد انگریزی میں پوچھا۔

" کیا آپ انگریزی بولتے ہیں؟"

وہ ہنس پڑے اور بولے " میں امریکن ہوں اور انگریزی میری مادری زبان ہے۔ شاید آپ کو میرے لباس کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی۔ میں یہ لباس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اپنانے کے شوق میں پہنتا ہوں۔ اسلام

قبول کرنے کے بعد اب میرا یہی لباس ہے۔"

اس ملاقات کے بعد ہم دونوں بارہا ملے۔ اور اپنے نو سالہ قیام کے دوران مجھے انہیں بہت نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے انہیں ایک بڑے جنرل سٹور کے مالک کی حیثیت سے بھی دیکھا۔ اور پھر خدمت اسلام کے شوق میں اپنا بزنس ختم کرکے ایک انتہائی معمولی ذریعہ آمدنی پر اکتفا کرتے بھی دیکھا۔ میں نے انہیں ایک ہندوستانی قاری سے قرآن پاک پڑھتے بھی دیکھا اور نومسلموں کو نماز سکھاتے بھی دیکھا۔ میں نے انہیں مسجد میں رات کی تاریکی میں بلک بلک کر روتے بھی دیکھا۔ اور دن کی روشنی میں دعوت و تبلیغ میں سرگرم عمل بھی دیکھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا اور بارہا چشم عبرت سے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے کوئی غیر مسلم اسلام قبول کر رہا ہے۔ اس لئے جب اس دن میں نے انہیں نماز کے وقت روتے دیکھا تو مجھے ان کے دل کی کیفیت سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ تکبیر کے الفاظ نے جس میں خدائے واحد کی ربوبیت اور عظمت کی پکار تھی۔ اس مخلص مسلمان کے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ کسی جذبے کو بے قابو کر دیا تھا۔

صف سیدھی کی جا رہی تھی کہ میرے بازو میں کھڑے میرے ایک دوست نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا آپ جانتے ہیں کہ حال ہی میں ان کے ہاتھ پر ایک دن میں ۳۳ لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے؟"

میرے دل میں تعظیم و تحسین کے جذبات موجزن ہو گئے۔ میرے لئے یہ اطلاع نئی تھی۔ نماز کے بعد لوگوں کی درخواست پر انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ویسٹ انڈیز کا ایک دعوتی سفر کیا اور ایک دن وہاں کے مسلمانوں سے خطاب کیا۔ اس مجلس میں تین عیسائی نوجوان بھی موجود تھے۔ اسلام کا پیغام سنجیدگی اور وقار کے ساتھ شاید پہلی بار ان کے سامنے پیش ہوا تھا۔ تقریر ختم ہوتے ہی انہوں نے مزید معلومات کے لئے کچھ وقت لیا۔ سوالات پوچھ کر اپنی تشفی کی۔ اور پھر روح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے دریافت کیا کہ اب ان کی کیا ذمہ داری ہے؟

ان کا جواب تھا۔ "اب آپ اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچائیں جیسے میں نے یہ پیغام آپ تک پہنچایا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا تو آپؐ نے یہی جواب دیا تھا۔۔۔ وہ تینوں نومسلم اٹھ کر چلے گئے اور چند گھنٹوں کے بعد جب وہ واپس آئے تو ان کے ساتھ ۳۰ غیر مسلم تھے۔ ان سب کو اسلام کی دعوت دی گئی اور سب نے اسی مجلس میں اسلام قبول کر لیا۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

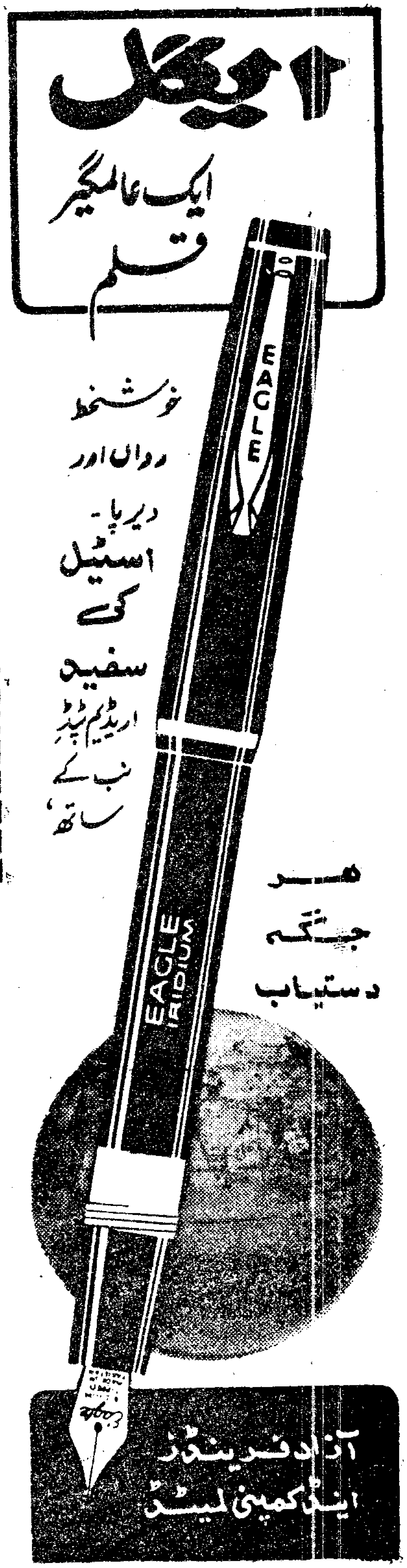

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت
ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش
ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز
پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور
واجبی نرخ پر جوتے بناتی
ہے

Servis
سروس شوز
قدم قدم حسین قدم قدم آرام

PID (ISLAMABAD)

IAL-IPP - 6-86

مطبوعات مؤتمر المصنّفین

...ت حق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ دین و شریعت ...ت علم و عمل. عروج و زوال. نبوت و رسالت. شریعت و ...یلو پر حاوی کتاب صفحات ۶۷۵، بہترین ڈائی دار جلد، ... روپے ——— جلد دوم -/۴۰ روپے

...میں اسلام کا معرکہ

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے دینی و ملی مسائل پر ...باحث، تقاریر اور قرار دادوں پر ارکان کا ردعمل، آئین کو اسلامی ...نانے کی جدوجہد کی مدلل اور مستند داستان، ایک سیاسی و ...ستاویز، ایک اعمالنامہ جس سے وکلاء سیاستدان، علماء اور سیاسی ...نیاز نہیں ہوسکتیں، صفحات ۴۰۰، قیمت پندرہ روپے۔

...ت و عبدیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اسکے آداب، عبادات ...ور اعمال صالحہ کی برکات، اللہ کی عظمت و محبوبیت اور دیگر ...ت پر عمدہ کتاب. صفحات ۸۸، قیمت -/۳ روپے

...لافت و شہادت

مسئلہ خلافت و شہادت حسینؓ، تعدیل صحابہؓ وغیرہ پر شیخ الحدیث ...الحق کی مبسوط تقریر مولانا سمیع الحق کی تعلیقات و حواشی کے ساتھ ...۱۰۴ قیمت -/۳ روپے۔

...م اور عصرِ حاضر

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق

عصرِ حاضر کے تمدنی، معاشی، اخلاقی، ...، آئینی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا موقف، عصرِ حاضر ...ں دینی فتنوں اور فرقِ باطلہ کا تعاقب، بیسویں صدی کے کارزارِ حق و ...یں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، مغربی تہذیب کا تجزیہ ...فظ از مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، صفحات ۶۴۰ جلد سنہری ڈائی دار قیمت -/۴۰

قرآنِ حکیم اور تعمیرِ اخلاق

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق

تعمیرِ اخلاق، اصلاحِ معاشرہ، تطہیرِ نفس میں قرآنِ حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرزِ عمل، عبادات کا اخلاقی پہلو۔ قیمت -/۳ روپے۔

الحاوی علی مشکلات الطحاوی

شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوری
شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان

کاملپوریؒ اور مظاہر العلوم کے دیگر ممتاز محدثین کے مشترکہ غور و فکر کا نتیجہ طحاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل. قیمت بارہ روپے۔

ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری (عربی)

از قلم حضرۃ مولانا محمد فرید صاحب مدرس و مفتی دارالعلوم حقانیہ،

بخاری شریف کی قدیم مبسوط شروح اور امالی اکابر سے زیر بحث مسئلہ پر مباحث کا خلاصہ، مختصر اور جامع شرح جلد اول صحیح بخاری کی کتاب العلم پر مشتمل ہے۔

برکۃ المغازی (عربی)

از مولانا محمد حسن جان صاحب استاذ دارالعلوم حقانیہ۔ بخاری شریف کی کتاب الجہاد والمغازی اور حدیث وصیۃ زبیرؓ کے متعلق تحقیقی مباحث. قیمت چار روپے۔

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی غیر مطبوعہ مبسوط تقریر۔ انسان کی حقیقی کامیابی کا معیار اللہ کی نظر میں کیا ہے۔ مرتبہ مولانا سمیع الحق قیمت ایک روپیہ۔

ارشاداتِ حکیم الاسلام

از علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

دارالعلوم حقانیہ میں معجزات انبیاء، دارالعلوم دیوبند کی روحانی عظمت اور مقام پر حضرت قاری صاحب مدظلہ کی حکیمانہ اور عارفانہ تقریریں۔ قیمت ۱/۵۰ روپیہ۔

مؤتمر المصنّفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ پاکستان

REGD-NO.P-90

AL-HAQ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ
شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۝
وَّدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝

پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب رکوع ۵ آیت ۴۵، ۴۶

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک آپکو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے
کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے)
ڈرانے والے ہیں اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ اور
آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

O Prophet ! truly We have sent thee as a Witness, a Bearer of glad tidings, and a Warner, and as one who invites to Allah's (Grace) by his leave. And A Lamp Spreading Light

Karachi Port Trust

The Port of Pakistan